

RARE

NOT TO BE

CHECKED

اور

دنیا کے اسلام

مسئلہ خلافت

از
مولانا شید سلیمان ندوی
جس میں

checked

87

یہ دکھایا گیا ہے کہ اس وقت دنیائے اسلام کی
سیاسی حالت کیا ہے اور دنیا کے اور ملکوں کے مسلمان
خلافت کے لئے کیا کر رہے ہیں

ایک عالم مولوی محمد علی صاحب ندوی

خلافت پرچمیں مٹی پر مین چھپی

یہ سال

درحقیقت خلافت کانفرنس شاہجہانپور کا خطبہ صدارت ہی،
اوسے زمانہ میں اخبارات نے اسکی تخصیصات چھاپی تھیں، اور
اونہیں متفرق اجزا کو لیکر قومی دارالاشاعہ میرٹھ نے ایک سالہ
کی صورت میں شائع کر دیا تھا،

چونکہ ان معلومات کی ہندوستانی مسلمانوں کو سخت ضرورت تھی
اسیئے اب دوبارہ نظر ثانی اور تکمیل کے بعد یہ رسالہ چھاپا جاتا ہے، اس
اثناء میں کانفرنس مذکور کے بعد جو نئے حالات ظاہر ہوئے ہیں
اونکا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسلمانوں کو
نفع تمام ارزانی فرمائے گا،

سید سلیمان ندوی

۱۴ رجب ۱۳۴۰ھ

۱۶۶۴۸

ن ۳۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لحمده لله ما لك السموات والأرضين والصلاة والسلام على إمام المرسلين واليه أئمة الدين خلفاء الراشدين،

برادران ملت! شکر گزار ہوں کہ اس مجلس میں آج رُسیانہ فریض ادا کرنے کے لئے آپ نے میرا انتخاب فرمایا، گو کہ میں اپنی دو سالہ علالت طبع اور ضعف صحت کے باعث ہمیشہ اس قسم کے موقعوں سے بچنے کی کوشش کی، لیکن آپ حضرات نے دنیاۓ اسلام اور مسئلہ خلافت کی نسبت میری پرانندہ معلومات کو سننے کے لئے، اصرار بلکہ مقراری ظاہر کی اسلئے میرا فرض تھا کہ سفرِ یورپ سے جو نقدِ تجربہ اور علم اس باب میں ہاتھ آیا ہو وہ آپ کے سامنے پیش کر دوں، حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ خلافت کی نسبت ہر پہلو سے گفتگو ہو چکی ہے، مگر یہ ایک پہلو جس قدر زیادہ ضروری ہے اسی قدر اب تک یہ اچھوتا اور ناجایان ہے بعض لوگ جو ملک میں ہماری تحریک کے مخالف ہیں وہ اس کو اپنے دعویٰ کی پرزور دلیل سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر مسئلہ خلافت اسلام کا مذہبی مسئلہ ہے تو دوسرے ملکوں کے مسلمان اس معاملہ میں کیوں خاموشی برت رہے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی اطلاعات و معلومات کے تمام وسائل و ذرائع آج اوقھیں کے ہاتھوں میں ہیں جن سے اس مذہبی جنگ میں مقابلہ آکر پڑا ہے، ریوٹر کا "الہام" اور "ماٹرن" وحی اس باب میں مہربلب ہے اور ہمیشہ ریگی، کیونکر ممکن ہے کہ یورپ کی مسطنتیں ہمیں ایک دوسرے اسلامی ملک کے حالات سے واقف ہونے کی اجازت دیں جو ہمارے اتحاد کی قوت کو اور خلافت کی مذہبی جدوجہد کو عالمگیر طاقت دیکر اذن کی مجرمانہ کوششوں کا پردہ فاش کر دے گا

و خلافت نے جو فیاض انجام دیئے ہیں، اون میں ہیں اوس کا ایک بڑا کارنامہ یہ سمجھتا ہوں کہ اوس نے دنیا کے مسلمانوں میں برادری کا رشتہ جوڑ دیا ہو، اور خلافت کی آواز کو اسلامی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا ہو، جنگ عظیم کے غیر متوقع نتائج کے بعد سچ یہ ہو کہ دنیا کے اسلام کو یورپ کی عفتیت سے مرعوب سی ہو گئی تھی، و خلافت کی تقریروں، ملاقاتوں، اعلاناتوں، اور جرأتوں نے اون کی مرعوبیت کو دور کر دیا، اون کی مایوسیوں کو امیدوں سے بدل دیا، اور اون کے کانوں تک اسلامی ہندوستان کی شجاعانہ آواز پہنچا کر بلند مہمتی کا ترانہ جنگ پھونک دیا،

برادران گرامی! آپ میں سے بھی بعض حضرات نے شاید مطلع کے گرد و غبار اور اُفت کی تاریکی سے ڈر کر یہ مایوسی کا عقیدہ پیدا کر لیا ہو کہ اسلام کے خورشید میں اب نئی روشنی نہیں پیدا ہوگی، لیکن لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی خوش آئند بشارت پر یقین رکھنے والو! باور کرو کہ تم بھول میں پڑے ہو، تمہارے سامنے سحر کا پردہ پڑا ہوا ہو، اسلام اس جنگ سے کمزور ہو کر نہیں، طاقتور ہو کر نکلا ہو، متعدد نئی اسلامی ریاستیں پیدا ہو گئی ہیں، ایران و افغانستان نے نیا جنم لیا، ترکی اپنے حدود میں ایک نئی تعمیر کی بنیاد ڈال رہی ہے، عرب اپنے خواب سے چونک گیا، ترکستان یعنی اسلامی فاتحوں کا گموارہ خرس روس کے پنجہ سے اب آزاد ہو، بحر اٹلانٹک سے لیکر روڈیل تک آزادی و خود مختاری اور ترقی و استقلال کی ایک لہر دوڑ رہی ہے، اور مصائب کے بوجھ نے ہمارے اون اتحادی اجزاء کو جو پرانہ اور منتشر تھے کوٹ کوٹ کر ہمیں باہم پیوست کر دیا ہو اور اس طرح اتحاد اسلامی کی نئی روح تمام ملکوں میں پھیل گئی ہو، اور ہمیں نظر آ رہا ہو کہ بڑے کمزور اسلام کی جگہ اب ایسے جوان طاقتور اسلام جنم لے رہا ہے،

مسئلہ خلافت گوہارے درمیان ایک مصیبت عظمیٰ اور بلائے الگمانی کی صورت میں ظاہر ہوا، مگر بھولنا نہ چاہیے کہ اسی مصیبت نے ہمیں چڑکا دیا ہے، دنیاۓ اسلام کو شش گوشہ اسی گورنچ سے معمور ہے، اور اب ہر اسلامی ملک اپنے فرض کو ادا کرنے کیلئے سرفروشانہ آگے بڑھ رہا ہے، اسلامی ملکوں کی اس تاریخ حاضر پر نظر کرنا آج کی مجلس کا موضوع ہے، میں سب سے پہلے جزیرہ عرب کے حالات سے اپنی داستان کا آغاز کرتا ہوں،

جزیرہ عرب اور خلافت

خالص جزیرہ عرب یعنی یمن و حجاز و نجد کے متعلق کو معلومات بہت ہیں اور ادون کو قصد ابیرونی دنیا کی آب و ہوا سے محفوظ رکھا جاتا ہے، تاہم بے زبان القبلہ کے ذریعہ سے اور کبھی مصری و ترکی اخبارات کے ذریعہ سے جو کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے وہ حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے، سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عربوں کو کیوں خلافت کے لئے مقابلہ میں بغاوت پر آمادہ کیا گیا، معتبر عربوں نے ہم سے بیان کیا کہ اتحادیوں نے مسلمانان ہند سے اپنے وعدہ کے برخلاف سواحل عرب کا حصہ قائم کیا اور مصر و ہندوستان سے غلہ جانا و ہان بند کر دیا گیا، اور مجبور کیا گیا کہ وہ دولت عثمانیہ سے اپنے رشتہ کو منقطع کر لیں سازش کے تمام جال مصر کے سفارت خانہ میں تیار کئے گئے، اور عربوں کو اور خصوصاً شریف حسین اور فیصل کو یہ خواب دکھایا گیا کہ اگر وہ دولت عثمانیہ سے بغاوت کر لینگے تو برطانیہ ادن کو پوری مدد دیگا اور پھر عربی صوبوں میں ایک نیا ہارون رشید شریف حسین یا فیصل کے قالب میں ظہور کرے گا، بہر حال عام عربوں کو فاقہ زدگی سے اور خواص کو ایک عظیم نشان عربی شنشاہی کا خواب دکھا کر بغاوت پر آمادہ کیا گیا،

مسئلہ حالات کو ہمارے درمیان ایک مصیبت عظمیٰ اور بلائے الہامی کی صورت میں ظاہر ہوا، مگر بھولنا نہ چاہیے کہ اسی مصیبت نے بہین چرخ کاویا ہی، دنیاۓ اسلام کا گوشہ گوشہ اسی گورنج سے معمور ہے، اور اب ہر اسلامی ملک اپنے فرض کو ادا کرنے کیلئے سرفروشانہ آگے بڑھ رہا ہے، اسلامی ملکوں کی اس تاریخ حاضر پر نظر کرنا آج کی مجلس کا موضوع ہے، میں سب سے پہلے جزیرہ عرب کے حالات سے اپنی داستان کا آغاز کرتا ہوں،

جزیرہ عرب اور خلافت

خالص جزیرہ عرب یعنی یمن و حجاز و نجد کے متعلق کو معلومات بہت ہیں اور ادن کو قصدِ اسیرونی دنیا کی آب و ہوا سے محفوظ رکھا جاتا ہے، تاہم بے زبان القبلہ کے ذریعہ سے اور کبھی مصری و ترکی اخبارات کے ذریعہ سے جو کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے وہ حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے، سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عربوں کو کیوں بکر خلافت کے لئے مقابلہ میں بغاوت پر آمادہ کیا گیا، معتبر عربوں نے ہم سے بیان کیا کہ اتحادیوں نے مسلمانان ہند سے اپنے وعدہ کے برخلاف سواصل عرب کا حصار قائم کیا اور مصر و ہندوستان سے غلبہ جانا و مان بند کر دیا گیا، اور مجبور کیا گیا کہ وہ دولت عثمانیہ سے اپنے رشتہ کو منقطع کر لیں سازش کے تمام جال مصر کے سفارت خانہ میں تیار کئے گئے، اور عربوں کو اور خصوصاً شریف حسین اور فیصل کو یہ خواب دکھایا گیا کہ اگر وہ دولت عثمانیہ سے بغاوت کر لینگے تو برطانیہ ادن کو پوری مدد دے گا اور پھر عربی صوبوں میں ایک نیا ہارون رشید شریف حسین یا فیصل کے قالب میں ظہور کرے گا، بہر حال عام عربوں کو فاقہ زدگی سے اور خواص کو ایک عظیم الشان عربی شہنشاہی کا خواب دکھا کر بغاوت پر آمادہ کیا گیا،

لیکن صلح کے بعد جب تماشے کا پردہ ہٹا تو نظر آیا،

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب طرفین میں وہ لوگ جو اس سازش میں مشغول تھے تمام واقعات کے چہرہ سے پردہ اٹھ رہے ہیں، برطانیہ کی طرف سے کرنل لارنس اور سر پرسی کا کس اور عربوں کی طرف سے القبیلہ، الفلاح اور المنار واقعات کو کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں،

بہر حال ہمیں یہ دکھانا ہو کہ شریف کے خاندان کے علاوہ جس تھے برطانیہ کی ہمسایہ قوت سے عام حجازی عربوں کو ڈرا دھمکا کر خاموش کر رکھا ہو، آج بھی عرب سلطان و دولت عثمانیہ کے لئے رو رہے ہیں، ہر سال حجاز کی سرزمین سے جو حاجی لوٹ کھڑے ہیں وہ ان واقعات کا افتخار کرتے رہتے ہیں، عام عرب بدستور سلطان کی خلافت کا دم بھرتے ہیں، اور غالباً اسی سے مجبور ہو کر شریف حسین کو القبیلہ میں اپنا یہ سرکاری بیان چھاپنا پڑا کہ میں ہرگز خلافت کا مدعی نہیں ہوں، بلکہ خلافت اسی کا حق ہے جس کو تمام ملکوں کے مسلمان خلیفہ تسلیم کرتے ہوں، ہم کو خاندان خلافت سے کوئی شکایت نہیں بلکہ جو کچھ شکایت ہو وہ انجمن اتحاد و ترقی سے ہو، اور ہم خاندان عثمانی کی خلافت کی رہی عزت کرتے ہیں جو پہلے تھی۔“

ستمبر ۱۹۲۰ء میں جب ہمارا وفد لندن سے ہندوستان کو واپس آئے تو بمبئی میں لاٹو (اطلی) پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر فیصل حسین آجکل قیام پذیر ہیں، ہم نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ۲۰-۲۱ میل کی مسافت موٹر پر طے کر کے ایک دہقانی ہوٹل میں جا کر اون سے ملاقات کی، ڈیڑھ دو گھنٹہ تک سلسلہ کلام جاری رہا، جس کے آثار میں اس نے علانیہ قرار کیا کہ اس مسئلہ میں ہم مسلمانانِ عالم سے الگ نہیں ہیں، اور خاندان

خلافت کے ساتھ ہماری وہی عقیدت مند سی قائم ہو، جو کچھ نزع اور مخالفت تھی وہ انجمن اتحاد و ترقی سے جو حکومت پر قابض ہو گئی تھی،

جون ۱۹۲۱ء میں جب فیصل، مالوہ جہاز پر سوار ہو کر یورپ سے واپس آ رہا تھا اور وقت چند ہمدرد ہندوستانی مسلمانوں نے جو جہاز پر اوس کے ساتھ سفر کر رہے تھے اوس سے ملاقات کی، اور مسئلہ خلافت کی نسبت اوس کے خیالات دریافت کیے، اوس نے بڑی صفائی سے کہا کہ ”اچھا اللہ کہ دنیا میں کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جو خلیفہ معظم کے ساتھ ہماری عقیدت کو ہلا سکے، ہم کو جو کچھ شکایت ہو وہ ترکون کے ایک چھوٹے سے فرقہ ارکان اتحاد و ترقی سے، اور بقیہ تمام ترک ہمارے بھائی ہیں، اور آج بھی تم دیکھ سکتے ہو کہ عرب افسر اور عرب فوج کے سپاہی ترکی قومی وطن کی حفاظت کے لئے ترکون کے دوش بدوش یونانیوں سے برابر پکارتے ہیں، آخرین اوس نے یقین دلایا کہ مکہ پہنچ کر وہ اور اپنے باپ اور بھائی سب ملکر تمام دنیا کے سامنے عموماً اور مسلمانوں کے سامنے خصوصاً اپنا دستخطی اعلان شائع کرینگے کہ اون کو خلافت کا دعویٰ نہیں، بلکہ وہ ایمان داری سے یقین رکھتے ہیں کہ سلطان معظم ہی ہمارے جائز خلیفہ ہیں“ (اسلامک نیوز ۲۳ جون ۱۹۲۱ء)

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ امیر فیصل اور اوس کے باپ کا اس مسئلہ میں کیا طرز عمل ہو، ہم کو صرف یہ جاننا چاہیے کہ ملک کے عام عربوں کے احساسات کیا ہیں اور بھدا افتد کہ وہی ہیں جن سے ہم سب کو خوشی ہو سکتی ہے،

حجاز کے باغی شریف کے علاوہ ملک عرب میں دو اور بڑی قوتیں ہیں، یعنی امام یمن اور شیخ نجد، سنکر حیرت ہوگی کہ یہ دونوں اُمراء عرب جو اس جنگ سے پہلے بارہادولت عثمانیہ سے نبرد آزما ہو چکے ہیں، اس عظیم انسان جنگ میں انھوں نے برابر اپنی وفاداری کو

قائم رکھا، اور ہر قسم کے بیرونی لالچ اور فریب کے باوجود جس کا سلسلہ سب تک ختم نہیں ہوا اور اب بھی کوشش کی جا رہی ہے کہ اونکو اون کی وفاداری کے راستے سے ہٹایا جائے۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی، ہمیں کے عرب مسلمان برابر دوران جنگ میں انگریزوں پر حملہ آور ہوتے رہے، اور استقلال و آزادی کے اوس عطیہ کو جو انگریز اوس کو پیش کر رہے تھے، حقارت سے ٹھکرا دیا، جنگ کے بعد جب حکومت عثمانیہ نے اپنے دستور اور پارلیمنٹ کا نظام دوبارہ مرتب کیا اور ارکان و مبعوثین کا انتخاب کیا تو ہمیں نے حسب دستور اپنے ممبر مسطظلیہ بھیجے اور امام نے سلطان کے نام ایک مراسلہ بھیج کر باہرین ہمہ دوری کہ اب وناطولیہ اور ہمیں کے درمیان سینکڑوں میل کا انقطاع ہو گیا ہے، اوس نے آستانہ خلافت سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا، ہمارا وفد واپسی میں جب مصوع پہونچا جو ہمیں کے مقابل حبشی محل پر واقع ہے تو وہاں چند مینی نو جوانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، اون کی پرچوش تقریریں، اور اناطولیہ کی فوج میں اون کی شرکت کی آرزو اور تمنا کے کلمات اور اتحاد اسلامی کے لئے اون کی پرشوق بیقراری اب تک دل میں ایک پکیف لذت پیدا کر رہی ہے، یاد ہے کہ ہم مسافروں کو جس حرمت اور عزت کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور بار بار وہ مصطفیٰ کمال پاشا کی فتوحات کے واقعات جھجکھو دکھو دکھو کر پوچھ رہے تھے وہ اون کے دلوں کا پورا ترجمان تھا، اون کے بیان سے ہم کہہ بھی معلوم ہوا کہ میں کے مسلمان مسلمانان ہندوستان کی طرح صرف چند روپیوں کے عطیہ کی قربانی ہی نہیں، بلکہ اس راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر رہے ہیں،

نجد کے شیخ کی داستان ٹائمر کے نامہ نگار کے بیان سے ظاہر ہو گئی، جس نے ابھی جنوری ۱۸۷۷ء میں انگریزی راز کا انشاک کیا ہوا اور بتایا ہے کہ ہر طرح کی صلح دینے جانے کے بعد بھی وہ کس طرح راسخ العقیدہ رہا اور شریف حسین کے خلاف اوس کی مہم میں درجہ خطرناک

نتائج پیدا کرتی رہی ہو، اور اگر انگریز شریف کے طرفدار نہ ہوتے تو کب تک نجد کے ہاتھوں کا خاتمہ ہو گیا ہوتا،

مصر اور خلافت

مصریوں کی نسبت عام طور سے یہ مشہور کیا گیا ہے کہ اون میں مسئلہ خلافت کے ساتھ ہمدردی نہیں اور وہ صرف اپنی ملکی آزادی کا خواب دیکھتے ہیں یہ تمام تر غلط اور افترا ہے، یہ سچ ہے کہ چند ہندوستانی مسلمان مدعیان رہنمائی کی طرح مصر میں بھی ایسے قوم پرست ہیں جنکی نگاہ وادی نیل کے حدود سے آگے نہیں بڑھتی، لیکن اون کی تعداد چند سے زیادہ نہیں، دورہ مصر کے ایک کروڑ مسلمان بیک دل اور بیک زبان جس راستہ پر چل رہے ہیں وہ ٹھیک ہے سچ جس پر ایک سال سے ہندوستانی مسلمان چل رہے ہیں، مصری مسلمانوں نے ہر نازک اور خطرناک موقع پر خلافت اسلامیہ کی مدد کی ہو، طرابلس اور لبنان کی جنگ میں انھوں نے جو کچھ کیا ہو وہ مسلمانان ہندوستان کے کارناموں سے کمین زیادہ ہی، لیکن اس جنگ کے بعد آخر تھک کر وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں جہاں گذشتہ دسمبر میں مسلمانان ہند پہنچے ہیں کہ ملک کی آزادی اور سوراخ کے بغیر ہم خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی بقا و حفاظت کی خدمت انجام نہیں دے سکتے، یہ میرے قیاسات نہیں بلکہ مصر کے اصلی اور حقیقی رہنماؤں سے گفتگوں مل کر اور اون کے خیالات سے واقف ہو کر کہہ رہا ہوں، مصری قوم پرست آج سے نہیں بلکہ تقریباً ۲۵ برس سے اپنی آزادی کے لئے کوشاں ہیں، لیکن تعلیم یافتہ طبقہ کے سوا کشتکاروں اور عام باشندوں میں وہ کوئی جوش پیدا نہ کر سکے، جس طرح آج سے پہلے کانگریس اپنی چالیس برس کی مسلسل کوششوں میں وہ عام مسلمانوں کو ملک کی آزادی

کی طرف اہل نہ رسی، لیکن آج ہندوستان کے گاؤں گاؤں میں مسلمان کانگریس کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو گئے ہیں، جو اسباب عام مسلمانان ہند میں ملکی آزادی کی تحریک کے باعث ہیں، بعینہ وہی عام مصری مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور خواہش آزادی کا جوہر ہے، آج جو خیالات فرنگی محل، دیوبند، اوزندہ کے علماء کو موجودہ تحریک میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں وہی ازہر کے علماء میں جنبش پیدا کر رہے ہیں،

آپ کو شاید معلوم ہو کہ مصر میں بھی بیرونی حکومت کی طرف سے یہ کوشش کی گئی تھی کہ مصر کی جامع مسجدوں میں سلطان المعظم کے بجائے خدیو مصر کا خطبہ پڑھا جائے مگر جب عام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا تو نازیوں کے پُر اس حلقوں میں وہ برہمی پیدا ہوئی کہ یہ کوشش آئندہ کے لئے نظر انداز کر دی گئی اور اب جس قدر دشمنان اسلام اس رشتہ کو توڑنے کے لئے کوشش کرتے ہیں، اسی قدر یہ اور زیادہ استواری اور استحکام حاصل کرتا جاتا ہے، ہمارے قیام یورپ کے زمانہ میں جب زانغلول پاشا کی زیر قیادت مصری وفد لندن آیا تو وہاں کے ایک اخبار کے مضمون نگار نے پائائے موصوف کے متعلق یہ خبر شائع کی کہ انھوں نے اس سے اعتراف کیا کہ انکو خلافت کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس خبر کو پڑھ کر مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ پائائے موصوف کا اصل منشاء کیا ہی تاہم میں نے خود جاکر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس موجودہ مصری وفد کے باعث میں مسئلہ خلافت داخل نہیں ہوں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ مصر کو مسئلہ خلافت سے کوئی تعلق نہیں یا وہ سلطان کی خلافت سے منکر ہے، ہمارے وفد نے لندن، پیرس، سویٹزرلینڈ اور روم میں اکابر مصر سے ملاقاتیں کی ہیں اور ان سے گفتگوئیں کی ہیں اور ان کے خیالات سے پوری واقفیت ہو، اور یہ معلوم ہے کہ آج مصر کے سیاسی خرمین میں جو آگ لگ رہی ہے اس کے لئے گندہک کی دیا سلاخی گمان سے ہم پہنچی ہے۔

مصری اسپتے کو برطانیہ کا ماتحت نہیں سمجھتے بلکہ ہر مصری بچہ اپنے لئے برطانیہ کی رعایا یا ماتحت کہلا نا عار سمجھتا ہے مجھے معلوم ہو کہ انگلستان کے چند مصری طالب علموں کے ساتھ برٹش سبجکٹ کا لفظ لکھا گیا، تو انھوں نے دلیری اور جرأت کے ساتھ اس معزز خطاب کو واپس کر دیا لیکن بائیں ہمہ مصریوں نے اس مسئلہ خلافت کی خاطر کسی قدر اپنی خود داری کو بھی صدمہ پہنچایا، چنانچہ اپریل ۱۹۲۷ء میں مسلمانان مصر کی طرف سے شریعی پاشا نے مشر لاٹڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ کے نام حسب ذیل تار روانہ کیا،

”ذہائے اسلام کہ مذہبی احساسات کا احترام، برطانیہ عظمیٰ کے خرافات میں داخل ہو، اس پر جب دنیا میں مسلمانوں کے قلوب خلافت عظمیٰ کی اس نحوس تقسیم کے نفوس لرز رہے ہیں، ہم آپ کو اصول انصاف کے نام پر سلطنت عثمانیہ کی حفاظت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، اور چونکہ منت پذیر سی اسلام کے خصوصیات میں داخل ہو اس لئے ہم جس طرح مسلمانان ہند کی کوششوں کے ضمن میں ہیں، آپ کی کوششوں کا بھی (جو خلافت کی مداخلت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی ہیں) شکریہ ادا کرتے ہیں، ہماری امیدیں تمام تر آپ سے وابستہ ہیں، اور ہم کو کامیابی پر یقین ہے۔“

ہمارے وزیر اعظم نے جو جواب دیا وہ بھی سننے کے لائق ہے،
 ”آپ کا تار جو خلافت اسلامیہ کی محافظت پر مشتمل تھا، مشر لاٹڈ جارج نے دیکھا، اور وہ اس موضوع پر پورے طور پر غور کر رہے تھے۔“

مصری اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحیح سوال و جواب دو وعدہ غور و فکر و ہمدردی، یورپ کی دُکھ شری میں بے معنی الفاظ ہیں، اب وہ ہماری طرح اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ
 لے اخبار الوزیر تونس ۳۰ مئی ۱۹۲۷ء،

اگر ہم خلافت اسلامیہ کی بقا، مقامات مقدسہ کی حرمت، اور اسلام کی آزادی کے لئے مضطرب و مقلع رہیں تو سب سے پہلے اس وادی تیل کو آزاد کرانا چاہیئے جہاں سے فرعونیت کا سرچشمہ اُبٹا ہی، جہاں سے اس منحوس و مشوم جنگ کے لئے لاکھوں مزدور اور سپاہی شام اور حجاز کے میدان جنگ میں بھیجے گئے،

اس خوفناک جنگ کے عہد میں جب کہ قانون اور سلطنت کے نام سے ہر قسم کا ناجائز عمل حکام کی نظر میں جواز کی سند حاصل کر لیتا تھا، صاحبِ ایمان، مصری مسلمانوں نے حجاز و شام میں جو غلصانہ اور سرفروشانہ کام جہاد فی سبیل اللہ کے انجام دیئے ہیں، ان کی ناکامی کی بنا پر شاید ہم ہندوستانی ان کی قدر و قیمت کے لگانے میں غلطی کر رہے ہیں،

فرانس نے جب ترکوں سے سلینیا کے معاملہ میں صلح کر لی تو مصر کے پچاس ساٹھ اکابر نے اپنے دستخطوں سے فرانس کے اس عادلانہ رویہ کا شکریہ ادا کیا، اور منت پذیر ہو کر اظہار کیا، ہم تین برس کی لگاتار محنت و جانفشانی کے بعد بھی پچاس لاکھ روپیہ نہ بھیج سکے اور آپ نے اخبارات میں پڑا ہو گا کہ مصری مسلمان پچھلے دنوں کو در روپیہ سے زیادہ انگورہ کی حکومت کے نذر کر چکے ہیں، اسکندریہ کا وہ ہنگامہ اب تک یاد ہو گا کہ یونانیوں سے ان کی نفرت نے قتل و غوریزی تک کے منظر پیدا کر دیئے اور بالآخر ایک اعلان عام شائع کیا گیا، جس میں یونانیوں کو ہر طرح بائیکاٹ کرنے کا فتویٰ تھا،

عراق اور خلافت

جزیرہ عرب کے صوبوں میں سے عراق کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خلافت اسلامیہ کے اقتدار کا منکر ہے، ہم اپنے ثبوت میں عراقی بھائیوں کی اون خون آشام تلواروں کو

نہیں پیش کرتے جو جملہ وفرات کے درمیان ہم کو طے کرنا تھا وقت کے خلاف چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں بلکہ اخبار الزہور بغداد کے حوالہ سے شیخ محمد حبیب معلم مکتب سلطانی کی ایک موثر تقریر نقل کرتے ہیں جو ادھون نے ایک جلسہ میں کی، شیخ مذکور گھبرا کر دُائیں بائیں فغانستان اور ایران کے مسلمانوں کی طرف دیکھتا ہوا اور ادھون کو مخاطب کر کے کہتا ہے :-

”ہم پر آج اتحاد اسلامی کی رعایت ضروری ہے؟ افغانی، ایرانی، عربی اور ترکی میں کیا فرق ہے؟ سب خدا پر ایمان اور اسلام پر یقین رکھتے ہیں، ہم کو ان ملکوں کے علماء اور فضلاء سے توقع ہے کہ اس بلند مقصد کی طرف توجہ فرمائیں گے، اور اخبارات کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں گے، کیا مذہب و ملت و مروت کا یہی اقتضا ہے کہ ”خلافت اسلامیہ“ دیگر اسلامی حکومتوں اور اسلامی قوموں کے موجود ہوتے ہوئے ان کی آنکھوں کے سامنے برباد ہو جائے اور وہ خلافت کی بلکہ مذہب کی اعانت سے غافل رہیں؟ ہر مسلمان کا خواہ وہ کتنی ہی دور و دراز کا باشندہ ہو یہ فرض ہے کہ وہ اس عثمانی سلطنت اسلامیہ کو اپنی سلطنت سمجھے، اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف جان و مال سے کوشش کرے، آج یونٹس، ایچرز، گرو، ہندوستان اور مصر کے مسلمانوں کو سلطنت عثمانیہ ہی پر فخر ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہمارا ایک طاقتور سلطان موجود ہے۔ اور وہ خلیفۃ المسلمینؑ ہے۔“

اب بھی جبکہ امیر فیصل بغداد کے تخت پر علاء الدین کے چراغ کی مدد سے بیٹھ چکا ہے، جنوری ۱۹۲۰ء کے سلم اسٹینڈر کے حوالہ سے اردو اخبارات تک میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ کجامع بغداد میں امیر فیصل نے جب یہ کوشش کی کہ سلطان کا نام خطبہ سے الگ کر دیا جائے تو جماعت میں ایک فتنہ برپا ہو گیا جس کا نتیجہ سازشیوں کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا،

۱۹۲۰ء منقول از الزہور بغداد، بحوالہ الوزیر یونٹس، مارچ ۱۹۲۰ء،

شام اور خلافت

شام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ترکوں کی حکومت اور سلطان کی خلافت کا منکر ہے، اور اپنی موجودہ آزادی نام غلامی پر نہایت شاد اور مسرور ہے، لیکن شام کے بدوُن کی غیر مرتب جنگ اور تعلیم یافتہ جماعتوں کی مخفی انجمنوں کے علاوہ ہم کو اخبارات کے کالموں میں علی الاعلان یہ خبر نظر آتی ہے، چنانچہ ”تقدیر افکار“ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کی راوی ہے کہ اخبار الحقیقت بیروت لکھتا ہے کہ:-

حاکم انتظامی کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ خطیبین امیر المؤمنین سلطان ٹرکی کا نام پڑ جائے اور شریف حسین کا نام نہ لیا جائے۔ تمام مسجدوں کے خطیبوں کو اس کی تعمیل کرنا چاہیے،

بیروت کے الحقیقت مورخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ میں ایک پُرچش مقالہ افتتاحیہ عند الشہداء مذہب الاحقاد، ”مضیبتوں کے وقت باہمی عداوتیں دور ہو جاتی ہیں“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے اور اس میں علانیہ ترک اور عرب اتحاد کی دعوت ہے، اور خلافت اسلامیہ کے زیر سایہ دوبارہ اسلامی شیرازہ بندی کا اعلان ہے۔“

فلسطین اور خلافت

یہ بلا و مقدسہ کا وہ حصہ ہے جس کو جزیرۃ العرب کے جسم سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے اور جس کو برطانیہ کے زیر سایہ یہودی وطن بنانے کی تجویز ہے، برطانی قبضہ پر کئی سال گزر چکے مگر اب تک امن و امان اس ملک کو حاصل نہیں، یہ دنیا کا وہ ٹکڑہ ہے جہاں کا سیاسی انقلاب ہمیشہ دنیا کے انقلاب کا باعث ہوا ہے، اور تاریخ اسکی بہترین شاہد ہے، اوپر کی سطح کی صفحہ

ساکن اور قرار گیر ہو لیکن سمندر کی تہ میں جو کچھ مورہا، بدوہ عاقبت بن لگا ہوں سے مخفی نہیں، ملک میں متعدد مخفی انجمنیں قائم ہیں جو برطانی قبضہ کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں، لارڈ وائٹھ کلف جو ابھی فروری مسئلہ میں فلسطین کو دیکھ کر انگلینڈ واپس گئے ہیں انھوں نے اخبارات میں بیان کیا ہے کہ اس وقت فلسطین کے پیچھے چار لاکھ شمشیر بدست مسلمان فلسطین پر حملہ کے لئے تیار بیٹھے ہیں، گزشتہ سال فلسطین کا جو وفد انگلستان گیا تھا اس نے ہندوستان کے دوم وفد خلافت سے ملکر جن احساسات کا اظہار کیا وہ اس تقریر سے نمایاں ہیں جو ہندی، افغانی، اور فلسطینی وفد کی مجلس دعوت میں موسیٰ کاظم پاشا بحینی فلسطین کے امیر الوفند نے لندن میں کی تھی، پاشا نے موصوف نے اتنا ہی تقریر میں کہا۔

”عرب، شام، فلسطین، عراق اور افریقہ میں کوئی ایک عرب ایسا نہیں ہے جو ہزار اسرائیل حبشی سلطان وحید الدین کو تنہا صحیح خلیفہ نہ ماننا ہو، شریف حسین اور اس کے بیٹے فیصل نے عام اعلان کے ذریعہ سے سلطان خلیفہ وحید الدین کی خلافت کا اعتراف کیا ہے، خلافت وحقیقت اسلامی اتحاد کی بنیاد ہے، اور زبانی سیاست کا اختلافت بھی متحدہ اسلام کو اس بلا میں رکھتا،“

آخری تقریر میں انھوں نے کہا: —

”ہم مسلمانوں کا عالمگیر اتحاد اسی خلافت پر مبنی ہے، جغرافی حدود اور سیاسی اسباب جو مسلمانوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، خلافت ہی ایسی حالت میں یک پیہر جو ان کو باہرین اختلافات ایک شے تعلق اور رابطہ اخوت میں متحد کرتی ہے، یہ گویا ایک عمارت ہے جس کے مختلف کمروں میں ہم مختلف ملک کے مسلمان رہتے ہیں، اگر اس کے ایوان کو یا کسی حصہ کو تم توڑ دو یا کمزور کر دو تو تمام عمارت منہدم ہو جائیگی اسلئے اس موقع پر تمام اسلامی قوموں کو دوش بدوش کھڑا ہونا چاہیے“

۱۔ مسلم اسٹینڈرڈ ٹریڈنگ سوسائٹی

شمالی افریقہ اور خلافت

شمالی افریقہ یعنی تونس اور الجزائر کے مسلمانوں پر ان واقعات نے جس حد تک عمیق تاثر پیدا کیا ہے، اس کا حال علاوہ ان زبانی پیاموں کے جو تونس بھائیوں کی طرف سے انہیں کے نمائندوں کے ذریعہ سے وفد خلافت کو یورپ میں بار بار پہنچے رہے، ان کے اخبارات کی زبانوں سے بھی نہایت واضح طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ الصواب، الوزير اور المنیر یہاں کے مشہور عربی اخبارات ہیں، ان اخبارات کے اکثر نمبر ہم کو یورپ میں ملتے رہے ہیں، اور جس اب تک میرے پاس آتے ہیں ان اخبارات کا ہندوستان کی طرح شاید ہی کوئی نمبر ان دردناک حوادث اور یورپ کے غیر منصفانہ سلوک کے ذکر سے خالی ہوگا، ہمیشہ انہیں خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی بقا و حرمت کے متعلق پرجوش اور ولولہ انگیز مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، وفد خلافت کے کارنامے۔ ہندوستان کی اسلامی تحریکات، مہر افغانستان کی غیرت مند تقریریں یہ تمام امور ان اسلامی ممالک کے عربی اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں اور اب تک شائع ہوتے ہیں،

۱۰۔ راج ۱۹۲۳ء میں مسلمانان تونس کا عظیم الشان جلسہ مسئلہ خلافت و مقامات مقدسہ کے متعلق احتجاج کے لئے جمع ہوا، جگو معلوم ہوا کہ پولیس نے ان مظاہروں کے روکنے کے لئے پوری کوشش کی، جلسہ کے اعلانات اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے، لیکن بائیں ہمہ یہ سکر حیرت ہو گئی کہ بغیر ظاہری طلب و اعلان کے ظہر کے وقت تونس کی سب سے قدیم مسجد اور یونیورسٹی جامع زیتون میں شیخ صادق مدرس جامع زیتون کی سرکردگی میں ہزاروں مسلمانوں کا مجمع کجا ہو گیا، جس میں ۳۰۰ مدرسوں کے طلبہ بھی شامل تھے پرجوش

تقریرون کے بعد یہ مجمع فرانسیسی متمدنیوں کے مکان پر گیا متمد نے اون سے وعدہ کیا کہ اون کے مذہبی جذبات کا صلح کا نفرین میں لحاظ کیا جائے گا۔ اس کے بعد حبشیل تارموسیدو ملران وزیر اعظم فرانس کے نام سان ریمو بھیجا گیا۔

۱۳ اپریل ۱۹۱۲ء

”اسلام دوست فرانس کے ساتھ غلط فہمی قوم کی طرف سے ناسمجھ ہو کر ہم یہ چاہتے ہیں

کہ عثمانی قوم کے ساتھ عداوت اور خوبی کا برتاؤ کیا جائے، اس کے ساتھ فرانس کی دوستی اس کی

حرمت کی محافظ ہوگی، اور یقین کیجیے کہ تمام دنیا نے اسلام آپ کے اس احسان کی ممنون ہوگی“

شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں اس تحریک نے جس حد تک گہرا اثر کیا، اور جس دور

شور سے سواحل بحر متوسط کے اس کنارے سے اس کنارے تک پھیلا ہوا ہے، اس کا اندازہ

فرانس کے اخبارات کے لکیر کے حسب ذیل اقتباس سے ہو گا۔ یہ اقتباس تونس کے اخبار

الصواب نے ۱۱ جون ۱۹۱۲ء کے پچھین اس عنوان سے شائع کیا ہے ”بقائے خلافت

کے لئے تونس کے مظاہرہ کی آواز باگشت“۔ فریخ مضمون نگار موسیو پوری لکھتا ہے،

”وہ مظاہرے جو تونس میں بلکہ مراکش تک میں ہو رہے ہیں اون کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ

فرانس کا وزیر اعظم سلیڈر کی مین لائیڈ جارج کے احمقانہ پالیسی کی ناعاقبت اندیشانہ تقلید

سے آئندہ باز رہے، علاوہ ازیں کوئی وجہ نہیں ہے کہ فرانسیسی فوج مشرق میں موجود ہے

کیونکہ فرانس کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ اسے وہ کوئی قابل ذکر فائدہ حاصل کرے“

ان تحریکات اور مظاہروں کے ساتھ ہندوستان کی طرح ایک جوابی تحریک تونس

اور بحیرہ کی خود مختاری کی صورت میں ایک سال سے ظہور پذیر ہے جس نے تمام ملک کو

۱۴ المیزان، رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

مطالبہ آزادی و استقلال پر متحد کر دیا ہی اور تونس کے اکابر کے دو وفد پیرس جا کر ارکان
 جمہوریہ فرانس سے گفتگو کر چکے ہیں اگرچہ انگلستان کی طرح فرانس نے بھی تشدد کی سیاست
 اختیار کر کے ملک کی حرکت و جنبش میں اور زیادہ تلام برپا کر دیا ہے، شیخ ثعالبی جو ان
 تحریکوں کے بانی تھے گرفتار کر لئے گئے، لیکن اس گرفتاری نے آگ پر پانی ڈالنے کے بجائے
 تیل ڈال دیا اور ملک میں افسردگی اور مایوسی کے جذبہ کے بجائے استقلال قہل اور پابندی
 کا خیال پیدا کر دیا ہے، چنانچہ ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۷ء کو بائے تونس
 کے سامنے اون کے وفد نے حاضر ہو کر ملک کے استقلال و آزادی کا اعلان کر دیا،

البحیرین سپاہی کہتے ہیں کہ ہم کو دھوکا دے کر میدان جنگ میں لایا گیا اور ہم کو
 نہیں بتایا گیا کہ ہم کس کے مقابلے میں لائے جا رہے ہیں، حجاز میں فرانس کی طرف سے
 جو جزائری سپاہی لائے گئے تھے اون کو یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے مقامات مقدسہ پر
 کافروں نے قبضہ کر لیا ہے، تم جا کر اون کو چھڑاؤ، حجاز میں دن کے ساتھ اس قدر احتیاط کی جاتی تھی
 کہ اجازت نہ تھی کہ کوئی جزائری کسی دوسرے ملک کے مسلمان سے مل سکے ورنہ کسی سرے ملک کے مسلمان کو
 اون سے ملنے کی اجازت تھی، لیکن جب اس شیطنت کا پردہ چاک ہوا اور انھیں معلوم ہوا کہ
 ہم نے گذشتہ جنگ میں دشمنوں پر جو تلواریں چلائی تھیں اون کے داروں نے خود
 ہمارے ہی سلیتہ و بازو کو زخمی کیا ہے تو ان میں ندامت کے غصہ کی لہر دوڑ گئی، اور شاید
 آپ کو معلوم ہو گا کہ اس نے البحرین یا سین چند مہینے ہوئے کہ ایک فوجی بغاوت کی صورت
 اختیار کر لی جو بمشکل فرو ہو سکی،

فرانس ٹرکی کے معاملہ میں جو دوستانہ اور ہمدردانہ روش اختیار کرتا رہا ہے
 وہ مسلمانان افریقہ کی انھیں کو شمشون کے نتائج ہیں جیسا کہ فرانس کے مدیرین

سیاست نے وفد خلافت کی ملاقاتوں میں اکثر ظاہر کیا ہے،
 آخرین ان ممالک کے مسلمانوں کے خیالات کا اندازہ کرنے کے لیے اخبار المیزینوس
 کا حسب ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اخبار مذکور میں شراط پر دستخط ہونے کے زمانہ میں
 شائع ہوا تھا،

”یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صلح ہونے کے بعد اس (خلافت کی کوشش) کا کیا نتیجہ ہوگا؟ لیکن
 جواب یہ ہے کہ یہ بالکل نا تمام صلح ہو گیا، اگر است کو بیرس میں توفیق پاشا نامی ایک ترک نے
 اکر کا خند کے ایک ٹکڑے پر سلطان المعظم، خود ترک قوم، اور مذہب اسلام کے خلاف جو دستخط
 کر دیئے وہ حقیقت میں صلح ہو سکتی ہے؛

سلطان المعظم نے مجبوراً ان تباہ کن شراط کے سامنے سر جھکا یا ہے، انگریزوں نے اون کو
 قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دی تھی مجلس شاہی کے ممبر جس وقت شراط صلح پر دستخط
 کرنے اور مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے فرداً فرداً ہر ایک سے کہا کہ دستخط
 کرنے سے پہلے اسلام کی حیانت و حفاظت کا خیال رکھو اور جب دستخط کا وقت آیا اور سب نے
 دستخط کا مشورہ دیا تو پُر حسرت لہجہ میں فرمایا ”افسوس مجھ میں وترہ بھر بھی طاقت نہیں، طاقت
 صرف خدا میں ہے“

ایک ایسی صلح جس پر ترکوں کی قوم، سلطان المعظم، اور تمام دنیا کے اسلام راضی نہیں
 صلح نہیں کی جاسکتی! اس بنا پر ہم کو یقین ہے کہ جب انگریزوں کے تعصب کی آگ سرد
 پڑ جائے گی اس پر دوبارہ غور کیا جائیگا، اور ہم کو یقین ہے کہ فرانس اور آلمی ہمارا ساتھ دیں گے،
 ایک ایسی صلح جس میں ترکوں کی دنیاوی عظمت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کا بھی
 خاتمہ ہے، ہرگز صلح کے لقب سے ملقب نہیں ہو سکتی اور اگر آج وہ نافذ ہو گئی تو کل یقیناً

اس پر غور کرنا ہو گا،

پھر وہ کوئی صلح ہو جو فرائض کے لیے زیادہ مناسب تھی اور جس پر اس کو چاہیے تھا کہ اس خلافت عظمیٰ کے ساتھ صلح کرنے میں (جو تمام عالم اسلامی کا مرکز ہے) اپنے حلیفوں کو اپنا ہمرائے بناتا، یہ ارباب سیاست معلوم ہے،

کیا ٹرکی کی آزادی بدانتہ ضروری نہیں؟ کیا عرب کے صوبوں پر (جو خود خلافت کے معترف ہیں) خلافت کا کچھ حق نہیں؟ کیا بلا و مقدسہ اسلامیہ حریم شریفین و بیت المقدس کے خلیفہ اعظم کے تحت رہنے میں تیس کروڑ مسلمانوں میں سے کسی کا اختلاف؟ کیا اڈریانوپل کی حفاظت (جو قدیم پایہ تخت اور ترکوں کے آباد اجداد کا دفن) لازم نہیں؟ کیا سمرنا ایشیائی ترک کا ایک حصہ اور اس جسم کا ایک ٹکڑا نہیں؟ جو ارضیں اور یونان سے بالکل علیحدہ ہے۔“

غور کرو ان چند سطروں میں کیا بعینہ وہی جذبہ اور وہی مطالبہ موجود نہیں ہے جو مسلمانان ہند سالہا سال سے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں اور کیا اب بھی یہ کہا جائیگا کہ یہ صرف چند پرچوش ہندوستانی مسلمانوں کے باغیانہ خیالات ہیں جن کو عالمگیر مذہبی اصول و احساس کے نام پرکارا جاتا ہے، یہ بھی دیکھ لو کہ شرائط صلح کی ترسیم کی جو متعین پیشینگوئی ۱۹۲۰ء ۱۹ اگست ۱۹۲۰ء اخبار مذکور نے کی تھی وہ کیا جون ۱۹۲۱ء میں پوری نہیں ہوئی،

موسیو چین لیلیا جو حکومت انجرائٹر کی سلطنت کا پہلے رکن تھا فرانسیسی اخبار ”لے اور“ کے ایک مضمون میں ظاہر کرتا ہے کہ ترکوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ کر درون مسلمان رعایا کے مذہبی جذبات کو زخمی کر لیا اور وہ اپنے ثبوت میں متعدد کاغذات اور

لے المنیر تونس ۹ اگست ۱۹۲۰ء

خصوصاً شیوخ اور امراء کی اون تحریروں کا اور بحیرہ کے کشتیوں پر لیس کی اون خفیہ دستوں کا حوالہ دیتا ہوں میں ان ممالک کے مسلمانوں کے جذبات کی رپورٹ کی گئی تھی، اس نے موسیو ملران کو جو اس وقت وزیر جنگ تھے ان ملکوں کے سپاہیوں کے مسلمان افسروں نے جو جواب تھا وہ بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ

”ہمارے سپاہی ہر دشمن کے مقابلہ میں اپنے رویہ کو مستقل رکھیں گے، لیکن کسی مسلمان کے مقابلہ میں وہ کبھی تلوار نہیں اٹھائیں گے۔“

طرابلس، مغرب اور خلافت

تونس کے ساتھ اس سے ملحق وہ چھوٹا سا قطعہ ارض ہے جس نے ۱۹۱۲ء میں اپنے خون کی بھینٹوں سے تمام دنیا کے اسلام کو سب سے پہلے بیدار کر دیا تھا، میرا مقصد وہاں طرابلس، مغرب ہے جس نے اپنی غریب اپنی ناچاری اپنی قلت تعداد کے باوجود دنیا کے اسلام کی عزت کو بدنام نہیں کیا، اور اس وقت سے آج تک کامیابی کے ساتھ اٹلی کی تمام حوصلہ مند یون کا بہادرانہ مقابلہ کر رہا ہے اور آخر میں اس نے اپنی آزادی خود اس قوم سے منوالی جو اس پر حکمرانی کے حوصلے رکھتی تھی چنانچہ ساحلی مقامات کے علاوہ بقیہ ملک اب تک آزاد ہے، اور آخر اٹلی کی باہمی مصالحت سے ایک مجلس ارکان کے ماتحت جس میں دو اٹالین اور دو طرابلسی عرب رکن ہیں، اور شیخ سنوسی، اس مجلس کے صدر اس ملک کی حکومت سپرد کر دی گئی، ستمبر ۱۹۲۲ء میں جب ہمارا وفد روم میں تھا، ہم نے اپنے اون طرابلسی بھائیوں سے ملاقاتیں کیں جو اس صلح کے شرائط طے کرنے کے لیے روم آئے ہوئے تھے، شیخ خالد طرابلسی رئیس وفد نے، سے بیان کیا کہ مسئلہ خلافت و مقامات مقدسہ نے طرابلس میں بڑا

ہیجان برپا کر دیا ہو، ایک عظیم الشان جلسہ طرابلس میں مجتمع ہوا تھا، اس نے اُٹلی کے وزیرِ اعظم کے نام مارویا لکھ کر ٹرکی کے ساتھ صلح کرنے میں ہمارے جذباتِ دینی کا لحاظ رکھا جائے، شیخ مذکور بیان کرتے تھے کہ طرابلسی عربوں کا غم و غصہ اس معاملہ میں یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر فرانس نے اس معاملہ میں کوئی شرارت کی تو ہم تونس پر حملہ کرنے کو تیار ہیں، اُٹلی جو اس حد تک اس معاملہ میں دولتِ عثمانیہ کی ہوا خواہی کا اظہار کر رہا ہے، اوکل سبب جیسا کہ ہمارے طرابلسی بھائی کہتے ہیں، صرف یہ خیال ہو کہ طرابلس کے مسلمان ہم سے آزرہ نہ ہونے پائیں،

شاید آپ لوگ شیخ سلیمان بارونی سے واقف ہوں یہ وہی طرابلسی شیخ ہیں جو اُٹلی اور دولتِ عثمانیہ کی صلح، اور طرابلس کی خود مختاری کے بعد حکومتِ طرابلس کے سب سے پہلے رئیس منتخب ہوئے، شیخ مذکور نے ایک پر زور رسالہ خلافتِ اسلامیہ کی حمایت میں چھاپ کر شائع کیا ہے اس کے بعدہ رشوال ۱۳۳۸ھ کو پیرس کے رئیسِ مجلسِ علی کے نام حسب ذیل برقی اعلان بھیجا،

”ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں پوری ناراضی اور حقارت کے ساتھ اس معاہدہ صلح کو رد کرتا ہوں جو خلیفہ المسلمین کی گورنمنٹ کے ساتھ ہو رہا ہے، کیونکہ یہ معاہدہ صلح اسلام کی ہلاکت و بربادی کا پیغام ہے،

فروری ۱۹۲۲ء میں یہ خبر بھی ہندوستان تک پہنچ چکی ہے کہ طرابلس کے مسلمانوں کا ایک وفد قسطنطنیہ اس لیے آیا ہے کہ وہ آستانہٴ خلافت کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرے،

۱۵ المیزہ۔ اگست ۱۹۲۲ء

مراکش اور خلافت

شمالی افریقہ کی یہ عظیم الشان اسلامی حکومت جو ڈیڑھ کروڑ کلمہ گو یون کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے، گویا سی حیثیت سے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اسپین کی طرف اس کے ساحلی اور کوہستانی مقامات جن کو ریف کہتے ہیں، اسپین کے تصرف میں ہیں، اور ملک کا باقی حصہ برائے نام ایک سلطان کے تحت فرانس کے زیر اثر ہے، یہ تو سمندر کے اوپر کی سطح ہے، لیکن اندرونی کیفیت یہ ہے کہ ملک کا ملک فرانس اور اسپین کے مظالم سے سچا اٹھا ہے، عرب قبائل اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ یورپ کی مسلح طاقتوں کے مقابلہ میں پرانے طریقہ کی قبائلی خانہ جنگی کی طرح کی بغاوت کس درجہ حماقت ہے، اور وہ اب جدید تعلیم و تربیت سے روشناس ہو کر ملک کی اصلی و حقیقی آزادی کا خواب دیکھ رہے ہیں،

مجھے مسرت ہے کہ فرانس کی سرزمین میں سلطان مراکش مولائی یوسف کے صاحب (یہ عہدہ وزیر کے برابر ہے) شیخ تہامی سے میری ملاقات ہوئی، اور ان سے وہ حالات معلوم ہوئے جنہوں نے اس پرانے ملک کی طرف سے میرے دلیں نئی انگلیں پیدا کر دیں، جب ہم نے پہلے پہل فرانس کی سرزمین پر قدم رکھا تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ ہمارے دعوائے خلافت فرانس کے دربار میں مقبول نہ ہو گائیں، کہ فرانس کے شمالی افریقی مقبوضات میں سے گو تونس و الجزائر کے مسلمان سلطان عثمانی کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں، لیکن مراکش کے مالکی المذہب مسلمان اس کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ وہ خود سلطان مراکش کو اپنا خلیفہ جانتے ہیں، اس کے بعد ۱۱ اگست ۱۹۲۰ء کو جب ہمارا وفد موسیو طرانی وزیر اعظم فرانس سے

طاعتی ہو تو وزیر موصوف نے بھی اتنا ئے تقریر میں اس کا حوالہ دیا کہ مسئلہ خلافت میں
 فرانس کے دُہرے شکلات ہیں کہ آدھا ملک سلطان عثمانی کو خلیفہ مانتا ہے، اور
 آدھا سلطان مراکش کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے، گو وزیر موصوف نے بھی ہماری ہی
 طرح ایک متبسمانہ طریقہ انکار سے اس فقرہ کو ادا کیا، تاہم اوس وقت سے اور زیادہ
 بیقرار سی تحقیق حال کے لئے میرے دل میں پیدا ہوئی، حسن اتفاق سے دیشی کے
 صحف گاہ میں خاص مراکشیوں سے ملکر معلوم ہوا کہ گونسی ہند میں سلطان مراکش کو سلطان عثمانی کے
 مقابلہ کا بجا دعویٰ تھا، لیکن باسباب میں بہت کم اختلاف ہے، یہ اختلافات اوس وقت تھے جب ہم میں کچھ قضا
 تھی، اب تو یورپ کی دست برد اور حملوں نے بھائی بھائی کی تمام خانگی نزاعات
 کو مٹا کر ایک عام اسلامی برادری ہم میں پیدا کر دی ہے، احمد نام ایک
 مراکشی مسلمان جو دارضیاء میں سرکاری عہدہ دار تھا، اوس نے جس جوش کے ساتھ
 مجھے یہ الفاظ کہے تھے، ”یا مولانا! ہمارے ملک میں نہ تو سپاہیوں کی کمی ہے اور
 نہ دولت و خزانہ کی کمی ہے، کمی ہے تو صرف ایک انور کی!“ اوس کا اثر میں اب تک
 اپنے دل میں پاتا ہوں،

مراکش کا فرانسیسی حلقہ، ایک دوسرا مصہر بنتا جاتا ہے، نوجوانوں
 میں جدید احساسات کی رو ترقی پر ہے، مسئلہ ٹرکی کے لئے اون کے اندر بھی
 مظاہرے کام کر رہے ہیں اور وہ عالمگیر اسلامی برادری کی ایک کڑی بنجائی کی
 تیاریاں کر رہے ہیں، فرانس کی طرف سے اوس گذشتہ غلط پالیسی پر جو وہ
 ٹرکی کے باب میں برت رہا تھا، اوس ملک کے مسلمانوں میں بھی حید غم و غصہ
 ہے، اور وہ مظاہروں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے، مراکش کی خفیہ فرانسیسی

اطلاعیں جو فرانسیسی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں انھوں نے فرانس کو خواب غفلت سے چونکا دیا اور اسکو معلوم ہو گیا ہے کہ اگر ترکوں کو رضامند نہیں کیا جائے گا تو مراکشی مسلمانوں کی ناراضماندی برداشت کرنا پڑے گی فرینچ مضمون نگار موسیو پوری کا اقتباس پہلے گزر چکا ہے ، اس کا ایک فقرہ پھر پڑھئے،

”وہ مظاہرے جو تونس میں بلکہ مراکش تک میں ہو رہے ہیں، ادن کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فرانس کا وزیر اعظم مسئلہ ٹرکی میں لائنڈ جانچ کی احمقانہ پالیسی کی ناعاقبت اندیشانہ تقلید سے آئندہ باز رہے۔“

مراکش کے حصہ ریف کے مسلمانوں کے اندر بھی اس جنبش اسلامی سے جو تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں موجیں لے رہی ہے، لہر میں اٹھ رہی ہیں، امیر محمد بن عبدالکریم جو اسپین کی یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہے اسکی سرکردگی میں ریف کے عرب قبائل جو کارنامے دکھا رہے ہیں وہ اخبارات کے ذریعہ سے آپ تک پہنچ رہے ہیں ، مٹھی بھر بے سرو سامان عربوں نے اسپین کی ایک مدت دراز کی بچھائے ہوئے جالوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور اب وہ ایک آزاد اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال رہے ہیں، امیر موصوف کا وہ دل ہلا دینے والا عربی خط جو جمعیتہ محمدیہ ریف کی طرف سے مسلمانان عالم کے نام مسلم اٹھینڈر ڈالندن مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں چھپا ہے، اس کے لفظ لفظ میں دنیا سے اسلام کی بیداری کی پیشینگونی چھپی ہے اور حالات حاضرہ کا تاثر اس کے حرف حرف سے نمایاں ہے،

ایرٹیرا اور خلافت

اس سے پہلے کہ ہم افریقہ کی سرزمین کو چھوڑیں اس بڑے غم کی دوسری سمتوں کے مسلمانوں کی جذبات کا بیان کر دینا ضروری ہو، ابی سینیا کے قدیم عیسائی ملک میں آپ کو معلوم ہو کہ اسی لئے جنگ میں کس طرح ایک مسلمان ابی تسینین تخت نشین ہو گیا تھا اور اس نے ترک افسروں کے ماتحت خلافت اسلامیہ کی حمایت میں اتحادیوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، اور دوسرے حبشی مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا تھا، انوس کہ اتحادیوں کی اندرونی سازشوں نے اس کو ناکام رکھا،

ابی سینیا سے ملحق ایرٹیریا کا اطالی مقبوضہ ہو، جہاں حبشی مسلمان آباد ہیں، مصتوح اس ملک کا جہازی بندر گاہ ہو، چونکہ ہمارا وفد خلافت اطالی جہازی پر سفر کر رہا تھا اس لئے آتے جاتے دونوں وقت ہم نے اس کی زیارت کی، جاتے ہوئے جب ہم اس سرزمین پر اترے اور مغرب کی ناز ایک مسجد میں ادا کی اور لوگوں نے تجسسانہ نظروں سے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے اپنے سفر کے اغراض و مقاصد ان کو بتائے، تو جس طرح انھوں نے ہماری کامیابیوں کے لئے ہاتھ اوٹھائے خلیفۃ الاسلام سلطان المعظم کیلئے دعائے فتح و نصرت کی، اور ہمارے ہاتھوں کو اظہار عقیدت مندی کے لئے بوسہ دیا اور شریف کہہ کے نفل پر نصرت بھیجی اور اودن کے کالے کالے چہروں کے ساتھ ان کے سینو میں جو نور کے بنے ہوئے بلالی دل تھے اوس نے ہمارے امیر وفد کی آنکھوں کو دیر تک اشک آلود رکھا،

واپسی میں جب ہم نے پھر اس بندر گاہ میں قدم رکھا اور انھیں معلوم ہوا کہ

تمام یورپین سلطنتوں میں سے سب سے زیادہ اولن کی سلطنت نے وفد خلافت لے ساتھ
 عمدہ برتاؤ کیا اور وفد خلافت کے مقاصد کو سب سے زیادہ تسلیم کیا، تو انھوں نے
 اٹلی کے ان احسانات کے لئے جو اسے اس کے ہندسی بھائیوں کے ساتھ کئے تھے، روم
 میں گورنمنٹ کے نام شکریہ کا تار بھیجا اور مغرب کے بعد جامع مسجد میں انھوں نے جلسہ کیا
 مجھے بھی اولن کے اس جلسہ میں تقریر کرنے کی عزت حاصل ہوئی، اور میں نے دیکھا کہ کس طرح
 وہ خلافت اسلامیہ کے ذکر سے متاثر ہو رہے ہیں،

مشرقی و جنوبی افریقہ و خلافت

لندن۔ اسلامک انفارمیشن بورو کے دفتر میں جنوبی افریقہ سے مسئلہ خلافت
 کی تائید میں متعدد تحریریں موصول ہوئیں اور چندہ بھی آیا، مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی
 طرف سے وفد خلافت کے نام یہ پیام موصول ہوا تھا کہ وفد کے تمام مطالبات کی ہم نوا
 تائید کریں گے، افسوس کہ اس وقت وہ کاغذات میرے سامنے نہیں در نہ اسکی
 پوری تفصیل بیان کی جاسکتی،

روس اور خلافت

حضرات! افریقہ کے کالے کالے بھائیوں کے حالات سننے کے بعد یورپ میں
 جو آپ کے سُرُخ و سپید بھائی آباد ہیں کچھ اولن کی کوششوں کا بھی حال سنئے،
 روس اتحاد ثلاثہ کا سب سے بڑا رکن تھا، اس کے یورپین مقبوضات اور
 سابقہ روس میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں، اس جنگ کے ایام میں اولن کی کشمکشوں کی

داستان بھی سننے کے لائق ہو کہ وہ کیونکر اپنے خلیفہؑ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیے جاسکے اور مسئلہ خلافت نے اون کو کس حد تک فکر مند بنا رکھا ہو،

صدری مقصودان جو پیرس میں مسلمانان یورپین روس و سائبیریا کی طرف سے نائب ہو کر آئے تھے اور اون ممالک کے مسلمانوں کی قومی کونسل کے صدر تھے، اور جن کے ملاقات کی عزت و قد کو حاصل ہوئی ہو، انھوں نے بحیثیت قائم مقام مسلمانان روس صلح کانفرنس کے نام جو یادداشت بھیجی تھی، اوس کا کچھ اقتباس میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں،

”میں بحیثیت صدر وفد و صدر قومی کونسل مسلمانان یورپین روس و سائبیریا (مقاتلہ و انگلا۔ کاتار۔ سائبیریا۔ فاؤن، استراخان، اور مبرگ۔ افغان، پرم، خیلہ جنگ اور ماسک اور کوشک) اس بات کی جرأت کرتا ہوں کہ سپریم کونسل و انجمن صلح کل کی خدمت میں اس اپیل کو پیش کروں“

”یہ میرا عزت افزا فرض ہے کہ میں اس اپیل میں رُک کی صلح کے بارے میں ان مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کروں جن کا کہ میں نمایندہ ہوں“

”سلطان روم و مطنظنیہ کی قسمت کے فیصلہ کے بارے میں جو میں آپ سے عرض کروں گا وہ نہ صرف بیان و ترجمان ہوگا۔ مسلمانان یورپین۔ روس و سائبیریا کے خیالات اور احساسات کا بلکہ یہ کہ اون مسلمانوں نے ہمارے وفد کو خاص طور پر اس فرض کی ادائیگی کی تاکید کی ہے کہ ان کے خیالات اور ان کے احساسات سے وہ انجمن صلح کو مطلع کرے، مگر قبل اسکے کہ مذکورہ بالا مسلمانوں کے خیالات کو بیان کروں میں مجبور ہوں کہ اون کے دلی جذبات اور طبعی رجحان اور ادا امید کو

سیان کردن جو اون کے دلوں میں دوران جنگ میں تھے، مسلمانانِ روس ہمیشہ سے سلطنتِ روس کے ساتھ وفاداری کی وجہ سے ممتاز رہے ہیں، گذشتہ جنگ میں مسلمان ہی تھے جو روسی فوج کے بہترین سپاہی تھے، ۱۹۱۷ء میں جب جرمنی نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو یہ خبر مسلمانوں میں دراٹھو ڈکس عیسائیوں میں بہت خوشی سے سنی گئی، اسلامی صوبوں میں بھرتی نہ صرف باقاعدگی کے ساتھ بلکہ جوش کے ساتھ ہوتی رہی، مسلمانوں کے نمائندے جو ڈوما (روستی شاہی کونسل) میں مسلمانوں کی طرف سے ممبر تھے، اون کو مسلمانوں پر جنگ کے لئے اپنے اثر ڈالنے کی ضرورت نہ تھی، مگر جب بدقسمتی سے ترکی کو جنگ میں مجبوری شریک ہونا پڑا اوس وقت مسلمانانِ روس کو ایک زبردست روحانی صدمہ پہنچا۔ کیوں؟

اس لئے کہ سلطانِ روم مسلمانوں کے مذہبی سردار مانے جاتے ہیں، مسلمان جرمنی کے خلاف لڑنے پر راضی تھے، مگر سلطان اور خلیفہ کے خلاف نہیں، وہ خدا کے سامنے کیا جواب دیتے، وہ مسلمانوں کے لئے ضمیر کا سوال تھا، ایک یورپین کے لئے خصوصاً ایسے یورپین کے لئے جو مذہبی خیالات سے بالکل علیحدہ ہو یہ بات سمجھنا نہایت مشکل ہے کہ کس طرح مذہبی خیالات کو ایک وطن پرست ملک کی خدمت کے ساتھ پیوندے سکتا ہے اور جب دونوں میں تصادم ہو تو کس طرح وہ ایک کے اختیار کرنے میں تذبذب کر سکتا ہو، مگر مسلمانوں کے دل کو بچانے کی ضرورت ہو، مذہبی احساس اور خلیفہ کے ساتھ محبت روسی مسلمانوں میں بہت مستحکم ہو، اور مجھے یقین ہو کہ اسی قسم کا جذبہ ہر ایک اسلامی ملک میں موجود ہو، ڈوما کے اسلامی ارکان نے مسلمانوں میں اب لڑائی کے خلاف

جو خیالات پھیل رہے تھے، اوپر غالب آنے کی پوری پوری کوشش کی۔
 لیڈروں نے اور دیگر لوگوں نے عامۃ المسلمین سے کیا کہا؟ کس طرح انھوں نے
 ایمان والوں کو خلیفہ کی رعایا کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا؟ محض سچ کہنے سے،
 انھوں نے کہا کہ ”ترکی کو جرمنی کے اثر نے زبردستی سلطان اور ترک قوم کی
 مرضی کے خلاف جنگ میں کھینچا ہو، سلطان کو جنگ کی کوئی خواہش نہ تھی، ہمارا
 ملک روس، انگلستان، اور فرانس کی طرف سے لڑ رہا ہو (اطالیہ بھی تک دخل جنگ
 نہیں ہوا تھا) یہ دونوں حکومتیں یورپ کی بہترین جمہوری اور آزادی پسند سلطنتوں
 کے نمونے ہیں، کوئی ملک فرانس، انگلستان اور روس کی متحدہ قوت کا مقابلہ نہیں
 کر سکتا اور اتحادیوں کے لیے کامیابی ایک امر یقینی ہی، لیکن اتحادیوں کی کامیابی کے
 یہ معنی ہیں کہ یہ حریت پسندوں کی اور جمہوریت کی کامیابی ہے جبکہ بعد تمام بڑی دھچوٹی
 اقوام کے حقوق تسلیم ہو گئے۔“

”ہماری متحدہ کوششوں سے جنگ کے فتح کرنے کے بعد روس میں بڑی بڑی
 اصلاحیں پیش کی جائیں گی۔ اور روس بھی ایک آزاد منش ملک ہو جائیگا، ہم مسلمان
 نہ صرف آزاد شہری ہو جائیں گے بلکہ اپنی قومی انجمنوں کے لئے اور اپنی زبان کے
 لیے اقتدار حاصل کریں گے، اور بحال نہیں کہ روس ایسے لوگوں سے کہ جنھوں نے ۸۰
 لاکھ... عہدہ سپاہی میا کیے ہیں ان کے اغراض سے چشم پوشی کرے، اور
 رہا ترکی اور خلیفہ کا معاملہ تو وہ توجہ جرمی کی نتیجہ سے بہت نقصان اٹھائیں گے
 جرمنی ترکی کا بھی خواہ نہیں ہو، اور وہ بالفعل ترکی کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال
 کر رہا ہے، مگر جب وہ فتحیاب ہوگا تو وہ ترکی کو اور سلطان کو نہ صرف اقتصادی

جیشیت سے مغلوب کرے گا، بلکہ سیاسی اور تمدنی حیثیت سے بھی مغلوب کرے گا، مگر اتحادی حکومتیں ملک گیر مہم کی لڑائی نہیں لڑ رہی ہیں، بلکہ اسلئے کہ آزادی دھنا اور تمام اقوام کے حقوق برقرار رہیں۔“

”اور یہ کہ متحدہ سلطنتیں یعنی انگلستان، فرانس، اور روس بڑی بڑی اسلامی ریاستیں ہیں۔ انگلستان کے ٹریڈنگ... ۱۰۰۰۰۰۰۰ اور مسلمان رعایا ہیں اور روس کے ماتحت... ۳۰۰۰۰۰۰ تین کروڑ اور فرانس کے ماتحت... ۱۲۰۰۰۰۰ ایک کروڑ ہیں کہ جب یہ ترکی پر فتح پائیں گے تو ان ممالک کی حکومتیں ہمیشہ اپنی مسلمان رعایا کے احساسات کا خیال رکھیں گی، اور ہر مسلم ملک کے مسلمانوں کی وفاداری اور مدد کو جو جنگ میں اوصحون نے دی ہے، نہیں بھولیں گی، اور انکی مسلمان رعایا کا سلوک جو دوران جنگ میں رہا ہے وہ انھیں مجبور کرے گا کہ فتح حاصل کرنے کے بعد ترکی کے ساتھ رعایت کریں اور خلیفہ کی ذات اور اقتدار کا لحاظ رکھیں، لہذا اتحادیوں کی کامیابی کی ضرورت نہ صرف مسلمانان روس کی بہبودی کے لئے ضروری ہے، بلکہ خود ترکی کے رہنے والوں کے لئے بھی۔“

یہ خیالات جن کو میں مختصر ہان ظاہر کر رہا ہوں جڑ پکڑتے جاتے تھے اور مسلمانوں کی انجمنوں میں اور اخباروں میں صراحتہ بیان کئے جایا کرتے تھے۔ انکا بڑا اثر ہوا۔ یہاں تک کہ جنگ کے خلاف ناراضماندی بالکل جاتی رہی۔ ہم نہ صرف مسلمان سپاہیوں کو زمانہ انقلاب تک مطمئن و مضبوط رکھ سکے، بلکہ خود دوران انقلاب میں بھی وہی پر قائم رہے۔ ورنہ قومی کونسل کا ایک فرمان... ۸۰۰۰ آٹھ لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کو میدان جنگ سے بلوا لینے کے لئے کافی تھا، بدمعاشی کی حالت میں جو افسوس کہ بالشویزم

انقلاب کی وجہ سے روس پھیل رہی تھی۔ وہ اس کام کو بلا خوف و خطر کر سکتے تھے۔
 ”عیسائی سپاہیوں میں اس وقت بے وفائی پھیل رہی تھی، مگر مسلمان سپاہی خرد کم
 اتحادیوں کے وفادار رہے، بالمشورہ کیون نے جب زبردستی ہتھیار رکھوا لئے تو ایک
 مسلمان بھی قطعاً سرخ فوج میں داخل نہیں ہوا، یہاں تک بالمشورہ کی حکومت میں
 نئے سرے سے بھرتی شروع ہوئی، مگر الحمد للہ قومی کونسل کی وجہ سے ہم نے انضباط قائم
 رکھا اور مسلمان اتحادیوں کے آخر تک وفادار رہے۔“

”یہ جو وہ طریق جو مسلمانانِ روس کا دورانِ جنگ میں رہا، مگر ان کی امیدیں
 جنگ کے بعد کیا تھیں۔“

”اُس فتنے کے بعد مسلمانانِ روس اپنی قوم کو کامیاب دیکھ کر اپنے حب وطنی کے جذبہ کو
 مطمئن کرنے کے علاوہ اتحادیوں سے دو قسم کے اخلاقی نعم البدل کے متوقع تھے، زیادہ تر
 روسی قومی آزادی اور دوسرے ترکی کے ساتھ زمینی کالوک اور نصفانہ برتاؤ اور
 سلطان کے ساتھ عزت سے پیش آنا، وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اپنے لاکھوں فرزندوں کو
 میدانِ جنگ میں اتحادیوں کے بچاؤ میں قتل کرانے کے بعد اس انعام کے مستحق ہوئے ہیں
 ”فی الحال کم سے کم مسلمانانِ روس اپنی پہلی امیدیں دھوکا کھا چکے ہیں، بجائے
 آزادی کے وہ نہایت ہی بدترین تشدد میں مبتلا ہیں، رہی دوسری امید (یعنی ترکی
 اور سلطان کے ساتھ نصفانہ برتاؤ) اس کے بارے میں سارے مسلمانانِ عالم کو ایک نہایت
 ہی جگر سوز مسئلہ کا سامنا ہے، اور یہ تجویز کی جاتی ہے کہ سلطان کو قسطنطنیہ سے نکال دیا
 جائے، اس شہر سے کہ جس کو تمام مسلمان ایک مقدس شہر مانتے ہیں۔ آپ روس میں
 ہر جگہ پائے گا کہ ہر مسلمان کے گھر میں قسطنطنیہ کا ایک نقشہ نظر رہا موجود ہے، جس پر

آیات کندہ ہیں

”مسلمان یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اتحادی حکومتیں ترکوں کو اپنے خچ جنگ کا ذمہ دار ٹھہرائی ہیں اور یہ کہ وہ غیر ترک کوڑکی میں آزادی اور حقوق دینے کا اطمینان دلاتی ہیں۔ لیکن مسلمان ہرگز نہیں سمجھ سکتے کہ کس ضرورت کی بنا پر ان کے خلیفہ کو ان کے دارالسلطنت سے اور اس دارالسلطنت سے کہ جو ہزار مسجد والا شہر مشہور ہے، نکالا جا رہا ہو، جو اثر اس کی وجہ سے مسلمانان روس پر پیدا ہوگا، وہ نہایت ہی اہم ہوگا اور اتحادیوں کے اقتدار اور ہر دلعزیزی کے لئے نہایت ہی صدمہ پہنچائے گا۔ ہوگا اگر سلطان کو اور ترکی کو قسطنطنیہ سے نکالا جائے تو روس کی اسلامی یورپی و ایشیائی آبادی میں ایک تہلکہ مچ جائیگا، گو اس کے کرنے میں کتنی ہی حفاظت کیوں نہ کی جائے اور کتنے ہی نرمی کے ذرائع کیوں نہ استعمال کئے جائیں حقیقت میں یہ روسی مسلمانوں کے لئے ایک زبردست مآثم ہوگا۔ اور کبھی مسلمان اس ذلت کو گوارا نہیں کر سکتے۔ ہر مسلمان کے دل میں یہ ذلت ایک ایسا زخم غیر مندمل ہوگا جو کبھی بھر نہیں سکتا اور ساری اسلامی دنیا میں ایک ٹپل پڑ جائے گی، اور مسلمان کمین گے کہ اتحادی ہمیں کیوں نہ اڑیتے ہیں، ہم نے تو انھیں فتح حاصل کرنے میں مدد دی تھی اور مسلمان لیڈر کہ جو مسلمانوں کو دوران جنگ میں اتحادیوں کی طرف لائے تھے خلیفہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے کی ضرورت کو نہیں سمجھا سکیں گے، علاوہ برین کوئی مسلمان اس کی کوشش نہیں کرے گا کہ اس تجویز کی تائید کرے، جو خلیفہ کو اپنے دارالسلطنت سے نکال دے اور اگر اس نے ایسا کیا بھی تو کوئی مسلمان اس کی نہیں سنیدگا، اس واقعہ کے بعد (اگر یہ واقعہ ہو جائے) مسلم دنیا کو اتحادیوں کی موافقت میں اپنے

سابق لیڈر دن پرسے بھر دسہ اوٹھ جائے گا، اور وہ اتحادیوں کے خلاف ہر قسم کے شرعی اتحاد کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، کیا اس قسم کی حالت کا اسلامی دنیا میں پیدا ہو جانا مفید ہے؟ خصوصاً اتحادیوں کے خلاف اس وقت جبکہ قسم قسم کی تحریکات اور بالشوئزم بھی موجود ہیں سمجھتا ہوں کہ اتحادی اس وقت اس تحریک پر جو ادائے خلاف پیدا ہو رہی ہے نہایت ہی قلیل کوشش سے کامیاب ہو سکتے ہیں، اور علاوہ اسکے، آئندہ کسی نقطہ خیال سے بھی کبھی انگلستان، فرانس اور اطالیہ اور دیگر ممالک متحدہ کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہو کہ بالشوئزم کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا میں بھی ایک ایسا ہی اُبال پیدا کر دیا جائے، گو یہ بالفعل اتحادیوں کے لئے خطرناک نہ ہو لیکن کیا یہ ایسے امر کا انکار نہیں ہو کہ جس کا نتیجہ شاید ہی اتحادیوں کے لئے مفید ثابت ہو،

یہ تحریک ایک طرف تو دنیا کے اسلام میں بے اطمینانی پھیلانے والی ہو اور دوسری طرف چند بلقانی برسرِ اقتدار اقوام کے غاصبانہ فرض کو پورا کرنا ہی، جو ساری دنیائے اسلام کے خلیفہ کو کال دینے والے دل شکن تماشے میں مدد دینے کے لئے تیزی سے آئے تھے، اور یہ وہی ہیں جو کبھی کبھی قسطنطنیہ پر قابض ہوں گے، میں جانتا ہوں کہ لوگ ان صلح کانفرنس میں میری صدا کے سنے جانے کی کم امید ہو، تاہم اگر میں اس وقت بول رہا ہوں تو اسلئے کہ یہ میرے ضمیر کا فرض ہے، کہ میں..... مسلمانانِ یورپی و روس و سائبیریا کا نایندہ ہونے کی حیثیت سے خلافت کے ایسے نازک موقع پر اون کے خیالات سے کانفرنس کو مطلع کروں اور اس سوال پر (جو نہایت ہی درناک اور نازک ہو) گفتگو کرتے ہوئے اس مخلصانہ عرضداشت کے ذریعہ سے کانفرنس کے سامنے مسلمانانِ یورپین و روس و سائبیریا کے سچے اور مخلصانہ خیالات کو پیش کروں، مجھے

احساس ہو کہ میں نہ صرف مسلمانوں کی بہبودی۔ لہٰذا اس وقت کام کر رہا ہوں بلکہ یہ کام اسی درجہ تک اتحادیوں کے اور زندگی حق میں بھی مفید ہو، ایک مذہبی فرض ہونے کی وجہ سے اور دنیا میں امن و تمدن قائم رکھنے کی نیت سے میں مسلمانوں کو خاموشی کے ساتھ تکلیف برداشت کرنے کی درخواست کرتا ہوں، مگر آپ لوگوں کو مسلمانوں کی خاموشی سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، خاموشیان بالآخر بہت شور مچاتی ہیں، لہٰذا میں اس اپیل کو جو بنام کانفرنس ختم کرتا ہوں کہ..... مسلمان روس و سائبیریا کی یہ درخواست قبول کی جائے کہ کانفرنس سلطان اور ترکوں کو قسطنطنیہ اور ترکی صوبوں سے اخراج کے خیال سے دست بردار ہو جائے کیونکہ مسلم نقطہٴ خیال سے یہ نہ صرف ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے بلکہ سیاسیات اصلی اور دنیا کے امن و سلامتی کی خاطر بھی ایسا ہی کرنا ضروری ہے۔“

کیرمیا اور خلافت

بحر اسود کے دوسرے کنارے پر یورپ کے ایک گوشہ میں مسلمانوں کی مختصر آبادی، جروس کی سلطنت کا ایک حصہ ہے، اور جواب آزادی کا خواب دیکھ رہی ہے، جمہوریہ کیرمیا کے صدر جعفر سعید احمد نے خلافت کی حمایت میں مسلم اوٹ لک میں ایک پُر زور مضمون چار سالہ قیام یورپ میں لکھا تھا، ان کی بیوی نے خواتین عالم کی گذشتہ کانفرنس جو سویٹزرلینڈ میں منعقد ہوئی تھی، اس مسئلہ کے متعلق ایک پُر درد اپیل خواتین عالم کے سامنے پیش کی اور تقریرون سے اون جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو اس چھوٹے سے ملک کے مسلمانوں کے دل میں ہے، ابھی کل کے اخبار میں پڑھا ہے کہ وہاں سے ایک اسلامی وفد انگورہ آیا ہے،

مسلمانان بلقان

یہ گوشہ یورپ کی وہ سرزمین ہے جو صدیوں سے مسلمانوں کے خون سے سیراب ہو رہی ہے، اور جبکہ قومی و مذہبی و شخصی آزادی کا اعلان یورپ کی گلی گلی میں بانگ دہل بند کیا جا رہا ہے، تو اس گوشہ میں اب تک وہی قرون وسطیٰ کی مصیبت اپنا کام کر رہی ہے، رومانیہ، سرویا، بلغیریا، مقدونیہ اور تھریس کے مسلمانوں کو آگ اور تلوار سے ہلاک کیا جا رہا ہے، یہ تعجبات عالم سے ہو کہ تمام اسلامی آزاد حکومتوں سے حق کے نام پر یہ زبردستی منوایا جا رہا ہے کہ وہ قلیل التعداد مسیحی قوموں کے حقوق کے شیشہ کو ٹھیس نہ لگنے دین، مگر دوسری طرف ان کی آنکھوں کے سامنے انھیں عیسائی ریاستوں کے اندر قلیل التعداد مسلمان اقوام کو مظالم کے پہاڑ سے چور چور کیا جا رہا ہے۔ مگر ایک دھیمی سی آواز بھی حق پسند معدلت شعرا اور ناظرین یورپ کے حلق سے نہیں نکلتی،

رومانیا میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمان بستے ہیں، بلغیریا اور سرویا۔ اور بقیہ ممالک بلقان کی آبادی اسی پر قیاس کرنا چاہیے، تھریس پر یونان نے قبضہ کرنا چاہا اور چاہا کہ اس کو خلافت کے جسم سے کاٹ کر علیحدہ کر دے، یہاں کے غریب اور بے دست و پا مسلمانوں نے اس قطع و برید کو گوارا کیا اور جعفر طیار کے کٹے ہوئے بازوؤں پر بھروسہ کر کے اعلان جماد کر دیا، ۸ جولائی سنہ ۱۳۶۷ کو پیرس میں احمد رضا بے سابق

رئیس مجلس مبعوثین کے قیامگاہ پر بیرس میں تھریس کے دو مسلمان نمائندوں سے ملاقات ہوئی، اون کی افسوسناک جیپارگی کے حالات سنکر، ہندوستان کے دفعہ خلافت کا دل تڑپ اٹھا، اونھون نے کس حسرت سے پوچھا کہ ”کیا ہندوستان کے مسلمان ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے؟ ہم نے کہا کہ بڑا دن من! صرف خدا کی مدد پر پھر دسہ کرو“ چنانچہ اونھون نے خدا کی مدد پر پھر دسہ کیا اور اب اوائل فروری ۱۹۲۰ء کی خبروں میں ہم پڑھ رہے ہیں کہ مسلمانان تھریس کی شدید مخالفت کے باعث تھریس کی یونانی فوج میں بغاوت ہو رہی ہے،

ہم کو سب سے زیادہ اس کی فکر تھی کہ ریاستہائے بلقان کے مسلمانوں میں مذہبی تعلیم و اخلاق اور اسلامیّت کی زندگی قسطنطنیہ کے سرشتیہ فیض کے بند ہو جانے سے ختم ہو جائیگی، مگر یہ کیکر کس قدر خوشی ہوئی کہ مسلمانان بلقان نے بیرونی اعانت سے بے پروا ہو کر اب اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کی ہمت کی ہے، یہ تمام مسلمان قومات ترک ہیں اور سلطان عثمانی کو اپنا خلیفہ برحق جانتے ہیں، ان میں سے ہر ریاست سے ٹرکی نے جو شرائط صلح طے کئے ہیں اونکی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان مذہباً خلیفہ کے زیر فرمان ہوں گے،

ہم کو معلوم ہے کہ بلقان کے بے یار و مددگار لیکن پر جوش ترک مسئلہ خلافت کیلئے کیا قربانیاں کر رہے ہیں اور کس طرح تھریس کے مجاہدین کی مالی و فوجی طاقت میں اونکی اعانت و امداد پوشیدہ ہے، اوائل فروری ۱۹۲۰ء میں یہ خبر آئی کہ سرویا و بعض دیگر بلقانی صوبوں کے مسلمانوں نے ملکر ایک اسلامی کانفرنس قائم کی ہے تاکہ وہ اپنے حالات کی آپ اصلاح کریں، خدا اونکی مدد کرے،

البانیا اور خلافت

یہ چھوٹی سی قوم جو گویورپ کے ایک کوسستانی گوشہ میں آباد ہے، مگر اس جرم میں کہ یہ قائل کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اس کی سیاسی آزادی معرض خطر میں ہے، اس وقت جب کہ بلقان کی جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور یورپ نے اس سے اس وقت بہت کچھ وعدے کیے تھے، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کو اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی۔ اس گزشتہ جنگ کے آغاز میں جب اپنی ضرورت کے لیے اتحادی چھوٹی سی چھوٹی قوم کو بھی جرمی کے خلاف لانے میں ہر قسم کی کوششیں کر رہے تھے، البانیہ کو پھر حید جھوٹے سچے وعدوں کا لالچ دلا کر اپنا طردار بنایا لیکن جب لڑائی کا پردہ چاک ہوا البانی مسلمان جو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے وہ سالہ مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا اور ان کی آزادی تسلیم ہو جائے گی ان کو بدستور مصیبتوں کی زنجیریں اپنے چاروں طرف نظر آئیں ۱۹۱۲ء میں البانیا کی طلب آزادی کا جو وفد یورپ آیا تھا، اس کے ممبروں سے لندن میں کئی دفعہ ملاقاتوں کا اتفاق ہوا۔ محمد بے کوئٹرا جو اس وفد کے رئیس تھے انھوں نے تبصریح بیان کیا کہ البانی مسلمان اب اپنی گزشتہ حالت کو یاد کر کے روتے ہیں، اس قوم کو فخر ہے کہ اس نے دولت عثمانیہ کو اپنی قوم میں سے ۳۰ وزرا مختلف اوقات میں دیئے ہیں،

بلادرانِ ملت! آئیے سنئے کہ اس چھوٹی سی، لیکن اس قدر اہم قوم کے مسئلہ خلافت کے متعلق کیا خیالات ہیں۔

فروری ۱۹۱۲ء میں پیرس کی صلح کانفرنس کے نام، البانی قوم کے نمائندہ

بصری بے نے حسب ذیل یادداشت پیش کی،

”البانیہ کے کوہستان کچے بڑے بڑے سرداروں اور اس کے بااثر روسا کے حکم سے جو بہت سے فتوحات کے بعد ڈوبیر اور سقوڑی کے درمیان البانیہ میں پھر دوبارہ متفق و متحد ہو گئے ہیں اور متفق البانیہ نے جو فیصلہ کیا ہے، اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔“

”خلیفہ اور دولت عثمانیہ کے سرپرچو نظام توڑے گئے ہیں اور ان سے مسلمانان البانیہ کو صدمہ پہنچا اور اب مسلم البانیہ عظیم اور شاندار فرانس کے سامنے اس کو اسلئے پیش کرتا ہے کہ وہ خلیفہ کے دار السلطنت قسطنطنیہ پر سے خطرے کو دور کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے، ہم بیان پر فرانس سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ سب سے پہلے وہ یونان کو دولت عثمانیہ سے جس کی ہم بڑی عزت کرتے ہیں و انشعبدانہ برتاؤ کرنے پر آمادہ کرنے کا ذمہ لے قسطنطنیہ جو خلیفہ کا پایۂ تخت ہے اور اسلامی دنیا کی ایک روحانی میراث ہے ہمارے نزدیک ایک مقدس شہر ہے، نام نہاد بادشاہ حجاز نے بزعیم خود جو یک طرفہ حرکت کی ہے اس سے خلافت کے معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ مسلمانوں کا اتحاد سیاسی نہیں ہے بلکہ مذہبی ہے، مسلمانوں کے اس بین الاقوامی مسئلہ خلافت کو تسلیم کرنا اور دولت عثمانیہ کے جنگ سے پہلے کے اقتدار کو باقی رکھنا ہی ایک خاص ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہٴ خلافت اس تحریک کے انسداد کے لئے اخلاقی نظام قائم رکھا جاسکتا ہے جو سلطان خلیفہ کی کمزوری کی حالت میں ایشیائین یا افریقہ میں پیدا ہو سکتی ہے، اور جو نہایت خطرناک ہوگی۔“

”تج فرصت اور موقع ہے کہ خلیفہ اور دولت عثمانیہ کی دینی عظمت کو بحیثیت

ایک متصرف طاقت کے حامی فائدے کے لئے استعمال کیا جائے نہ یہ کہ اس کو ذلیل کر کے مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بقا اور حفاظت کے لئے آخری جان توڑ کوشش کرے جس کے نتائج بہت ہی خطرناک اور پیچیدہ ہوں گے، علاوہ یہ کہ ہم البانیوں نے سلطنت کے لئے ۳۰ وزیر اعظم پیدا کر کے جن کا شمار سلاطین اعظم کے شمار کے برابر ہو، تاریخ عثمانیہ کی ساخت میں بڑا حصہ لیا ہو اور ان البانی وزیران اعظم نے اس شاندار اور قدیم فرانسیسی عثمانی اتحاد کے لئے بہت کچھ کیا ہو۔“

عثمانی ہسٹرلینڈ سمرنا جو خالص اسلامی ہو اور جہان کے مسلمان اس وقت نشاۃ مصیبت ہیں، ضرورت اس وقت اس کی ہو کہ وہ ان طبی امداد ہم پہنچائی جائے اسکی ضرورت نہیں ہو کہ وہ ان فوجی کارروائی کیجائے.....

”مشرقی داعی صلح کی بنیاد اسی پر منحصر ہو، قدیم عثمانی البانیا کی عادت سابقہ کے مطابق ہمارے غیر مسلم بھائی بھی ہمارے مذہبی احساسات کا پاس کرتے ہیں، باوجود اسکے البانیا دولت عثمانیہ کے پڑوس میں نہیں ہو مگر وہ اس سے کمین زیادہ لاہوا ہو، کیونکہ تعلق خالص مذہبی احساس پر مبنی ہے سیاسی تعلق پر نہیں.....“

”فرانس نے جو ترکی کے ساتھ بہادرانہ سلوک کیا ہو اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس امر کا اظہار کریں کہ ہم اسکی منصفانہ طبیعت پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ ترکی کے اناطولیہ کے گہوارے کو اور اس کی یورپین سرحدوں کی عزت کو وہ ترکی کو واپس دلائیگا اور غیر مشرقی مسلمانوں کی مدد کرے گا، جنہیں البانیا سب سے زیادہ قربت رکھتا ہو اور یورپین ہے،

”دستخط کنندہ ابن الفاظ کے منظم کرنے کی درخواست کرتا ہو کہ حالت اصلی میں غور

کرنے کے لیے ضروری ہو کہ ذیل کی درحقیقتوں پر غور کیا جائے،

(۱) ترک وہ قوم ہو کہ بغیر آزادی کے زندہ نہیں رہ سکتی،

(۲) اور وہ کبھی نہ کبھی اس ملک سے جو اون سے چھین لیا گیا ہے، ہمیشہ ہجرت کر جاتے

ہیں تاکہ غلامی سے بچیں،

”لہذا اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ چونکہ اب یہ عثمانیوں کی آخری جائے پناہ ہے

اس لیے تھوڑی سی دہائی اہمیت ہو جو قسطنطنیہ اور اناطولیہ کی ہو، اور اس کی حالت مقدونیہ

سے بالکل مختلف ہو، اس قسم کی سربردگی سے اہم پیچیدگیاں پیدا ہوں گی، اس کا رد

رکھنا گویا اون ہولناک غیر معلوم نتائج کو دعوت دینا ہو جن کی اہمیت یہ ہو کہ وہ اون

راہوں کو کھول دیں جو سارے ایشیائی سیاسی آسمان کو تاریک کر دیں گی، جن کا معنوی

اثر یہ ہو گا کہ ایشیا و افریقہ میں متحدہ طور پر اضطراب پیدا ہو جائیگا، کیونکہ دنیا کو اس

مملکت عذاب سے بچایا جائے؟ دستخط کنندگان بحیثیت ایک سوسائٹی کے معمولی ممبر

کے ایک سیاسی اور صاحب تدبیر ہونے کی حیثیت میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ

صلح کانفرنس کے اجلاس میں اس تحریک کو عمدہ پیرایہ میں پیش کریں گے۔“

چین اور خلافت

عزیزان ملت! اب میں آپ کے سامنے اس ملک کے مسلمانوں کے جذبات کی

کچھ تشریح کرنا چاہتا ہوں، ہمان کے مسلمانوں کے حالات کا نہ صرف ہم کو بلکہ دنیا کو بہت

کم علم ہو، میری مرا چین سے ہو، مسلمانان چین کے مسئلہ خلافت کے متعلق جذبات و

لے (سلم اوٹ لک نمبر ۱۹)

خیالات سے بہت کم واقفیت کے ذرائع موجود ہیں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے قبضہ میں روشنی کی چند کرنیں موجود ہیں سب سے پہلا وہ بیان ہے جو صدر جمہوریہ چین سن یٹ نے اتحادیوں کی دعوت شرکت جنگ کے جواب میں ظاہر کیا تھا، اتحادیوں نے چین سے خواہش کی تھی کہ جرمنی کے مقابلہ میں اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی ترکی کے مقابلہ میں بھی اعلان جنگ کرے اور اپنی فوجیں مشرق وسطیٰ کے میدان جنگ میں بھیجے صدر جمہوریہ نے اس کے جواب میں لکھا، کہ ”ہمارا ملک جن پانچ عناصر سے مرکب ہوا ہے ان میں ایک بڑا حصہ مسلمانوں کا ہے جو کبھی بھی اپنے دینی بھائیوں اور خلیفہ اسلام کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے“

اس کے بعد ہم کو عیسائی شہنشاہی دوستوں کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اون میں خلافت اسلامیہ کی ہمدردی کا جوش پیدا ہو اور انھوں نے اس کے لئے مسلمان چین کا ایک اجتماع بھی فراہم کیا پیرس میں وفد خلافت نے مختلف ملکوں کے مسلمانوں کا جو جلسہ منعقد کیا تھا اون میں پیرس کے چینی مسلمان تاجر بھی دوسرے ملکوں کے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے،

حضرات! ایشیائے وسطیٰ میں جو مسلمانوں کا پرسکون سمندر ہے، آپ اخبارات کے کالموں میں پڑھتے رہے ہوں گے کہ اب اس ساکن سمندر میں خطرناک تلاطم برپا ہے،

ایشیائے وسطیٰ اور خلافت

بخارا، فرغانہ، خیو، داغستان، آذربائیجان و دیگر ریاستہائے قفقاز

یہ ہماری اسلامی دنیا کا وہ خطہ ہے جس نے اسلام کے سینکڑوں

شمشیر زن اور فاتح پیدا کیے ہیں، جنھوں نے بیسوں ملکوں پر حکومتیں کی ہیں، لیکن گیارہویں صدی ہجری کے آغاز سے وہ ایک ایک کر کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں ٹکڑ ٹکڑ ہونے لگیں۔ پانچویں گزشتہ ہونگین اور اپنی آزادی گم کر دی، گزشتہ جنگ عظیم میں جو دنیا کے اسلام کو نقصانات پہنچے ہیں، میں اون کو کم نہیں جانتا، لیکن اس بڑی حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ اس جنگ کے سبب سے روس میں جو انقلاب پیدا ہوا اور اسکا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ ایشیائے وسطیٰ کی متعدد اسلامی ریاستیں پھر زندہ ہو گئیں، ان میں سے بعض جو روس وسطیٰ میں واقع تھیں وہ گوانہ اپنی ہستی سلامت نہ رکھ سکیں، مثلاً ریاست قازان و سائبیریا، مگر بخارا، فرغانہ، خیو، داغستان، اور آذربائیجان نے اپنے وجود کو بزر ورا شمشیر منوایا ہے، اور اب وہ آزاد ہیں، ان میں سب سے زیادہ سربر آوردہ اور ترقی یافتہ اور معدنی قیمت کے باعث مشہور آذربائیجان کا ملک ہے مگر ہم سے قریب اور اپنی گزشتہ شاندار علمی، تمدنی اور سیاسی حیثیت سے ممتاز بخارا ہے،

بخارا میں پہلے بھی ایک امیر روسیوں کے ماتحت حکمران تھا، روسی جدید مدارس وہاں قائم تھے، اس جدید تعلیم نے ہماری جدید تعلیم یافتہ جماعت کی طرح وہاں بھی ایک نیا فرقہ قائم کر دیا ہے جس کو پورے لوگ جدیدی کہتے ہیں، اور اون سے نفرت کرتے ہیں، انقلاب روس کے بعد، قدیم و جدید فرقوں میں صرف زبانی مناظروں میں گفتگو نہیں ہوتی بلکہ تیغ و سنان سے بھی باتیں ہوتی ہیں، امیر قدیم اطاعت شعار فرقہ کا حامی تھا، جو ملک کو اپنے استبداد کے زیر اثر نہ منظم حکومت سے الگ رکھنا چاہتا تھا، چنانچہ پہلے پہل اس کو کامیابی ہوئی اسکے بعد جدیدیوں نے اپنا حملہ شروع کیا، اور امیر کو معزول کر کے ایک جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی جو اب تک قائم ہے اور ملک کو

نئے طرز حکومت پر ڈھال رہے ہیں،

اس جمہوری انقلاب کا آغاز انجام بخارا کے تین ہزار طالب علموں نے
ایک نوجوان دو تہند سوداگر کے زیر سیادت کیا، اور اس وقت اسی انجمن کے ممبر
اس حکومت کو آزادانہ چلا رہے ہیں، خواجہ فیض احمد بن خواجہ عبید اللہ اس
جمہوریہ کا صدر ہے،

بہر حال بخارا بھی روس سے آزاد ہو کر اس عام اسلامی تحریک کا جزو بن گیا
جو اس وقت دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں نمایاں ہے، اناطولیہ سے انکے براہ راست
تعلقات ہیں سفارتیں قائم ہو گئی ہیں، ہم ہندوستانی اسی پرنازان ہیں کہ ہم نے چند
لاکھ روپے ٹرکی کو دیے، لیکن ایشیائے وسطی کے پرجوش مسلمانوں نے روپیوں کی
قیلی نہیں بلکہ نقد جانیں پیش کی ہیں، اور برابر یہاں کے غیر تہند نوجوانوں کا دستہ
صعوبت سفر برداشت کر کے اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچ رہا ہے، ابھی اداسط
فوری سلسلہ کے اخبارات میں دمشق کے بخار فتنی العرب کے حوالہ سے یہ خبر آپ کے
سامنے آچکی ہے کہ بخاری مجاہدین کا دستہ اناطولیہ پہنچ کر یونانیوں سے بہادرانہ
مقابلہ کر رہا ہے،

آذربائیجان کی جمہوریہ اس راہ میں جو کچھ کر رہی ہے اس کی صدائے
بازگشت کبھی کبھی ریوٹر کی خبروں میں آتی ہے، یہی وہ بیچ کابل ہے جس پر سے چلکر
بالشوسٹ روس اور کمالی ترک باہم ایک نقطہ پر ملے ہیں، جمہوریہ مذکورہ نے اپنی
صرف چند سال کی حکومت میں ۵۰ ہزار باقاعدہ فوج تیار کر لی ہے، تمام ملک میں
مکاتب، مدارس، مطابع اور اخبارات جاری ہیں، سیاسی تخیل کی رو سے گو ملک

انجمن اتحاد اور انجمن مساوات دو جماعتوں میں منقسم ہیں، اول اتحادیوں کی جانب اور دوسری بالشویکوں کی طرف مائل ہے، تاہم نفس مسئلہ خلافت اور اس کی ذمہ داریوں سے کوئی منکر نہیں، اور برابر غیر سرکاری طور سے مجاہدین اناطولیہ کو سہوہہ دیتے ہیں، انور پاشا اور قرہ بکر بے کی ہر دوزخیی ان میں صحیح روش سیاست کی ضامن ہی و اغستان کو کثرت آبادی کے لحاظ سے شیعہ ہوا ہم وہ بھی عام اسلامی تحریک سے بے پروا نہیں، یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے بلکہ مستقبل اسلام کا افق درخشان معلوم ہوتا ہے، کہ اس تحریک نے شیعہ دینی کے نشیب و فراز کو برابر کر دیا ہے، جمہوریہ داغستان اس وقت اپنی آزادی کے تسلیم کرانے کیلئے روس سے فاتحانہ برسرِ پیکار ہے، امیر شامل اس جمہوریہ کا صدر ہے،

بہر حال اس وقت تمام ایشیائے وسطیٰ بالشویک انقلاب کی فرصت غیر متوقع کے اندر اسلامی اخوت اور تورانی برادری کی تحریک سے سرگرم اور سرشار ہو، اور ان سب کو یقین ہے کہ روس کے پڑوس میں رکھو بغیر ترکی کی قوت مضبوطی اور استحکام کے ان کا وجود ہمیشہ معرض خطر میں رہے گا، یہی سبب ہے کہ تورانی مسلمان مجاہدین کے دستے برابر اناطولیہ کی پشت پر اعانت اور مدد کے لئے تیار رہتے ہیں، ابھی قارص کے ایک امیر نے ایک ہوائی جہاز ترکی کے نذر کیا ہے، انور پاشا کی "مخفی فوج" کا نام کبھی کبھی خبار میں آیا ہے، وہ کون ہے؟ یہی ایشیائے وسطیٰ کے تورانی مسلمان مجاہدین، آرمینیوں کا سر کھیلنے کے لئے قرہ بکر کا جو دستہ کھڑا رہتا ہے وہ کون ہے؟ انھیں ملگون کے جان نثاران خلافت! ابھی فوری مسئلہ خباثتیں میں خبر تائید ہوئی ہے کہ میان چہ ہزار ترکمان اناطولیہ میں، قفقاز و ترکستان و آذربائیجان کے مسلمانوں کے جذبات عام واقعات کے علاوہ اول انجمنوں اور کانہ نسوں کی رد وادوں سے ظاہر ہیں جو باکو وغیرہ میں منتہد ہوتی

رہتی ہیں، فقہاء و درویشوں کے ساتھ باہجان کے مسلمانوں میں اتحادیوں کے خلاف جو جوش
 بالشوکیوں نے پیدا کر دیا ہے اس کا باعث اتحادی قوموں کا وہ ناعاقبت اندیشانہ عمل ہے
 جو مسئلہ خلافت کے متعلق وہ بت رہے ہیں، اور یہی بڑا مصالحتہ ہے، جس کو بالشوکی
 نہایت چالاکی سے ان مسلمان ممالک میں پھیلا کر اتحادیوں کے خلاف ایشیائے وسطیٰ
 کے ان عظیم الشان خطوں میں آگ لگا رہے ہیں، ان ملکوں کے مسلمانوں میں بالشوکیزم
 کو جو ہر دلعزیزی حاصل ہو رہی ہے اس کا راز لوگ ماسکو میں تلاش کرتے ہیں، حالانکہ
 اس کو پہلے لندن اور پھر پیرس کے وزارت خاتون میں تلاش کرنا چاہیے، آذربائیجان
 جو مستقل آزادی حاصل کر کے ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں سے معاہدہ کر چکا تھا اور اتحادیوں
 نے بھی اسکی آزادی کو سرکاری طور سے تسلیم کر لیا تھا، کیا اسباب پیش آئے کہ ۱۹۲۰ء
 میں آغا خان کے سمجھانے پر بھی اس نے اتحادیوں کے رشتہ محبت کو توڑ کر سوویت
 روس کے دامن میں پناہ لی، صرف اس بیدردی کے نظارے کو دیکھ کر جو اتحادی
 باسفورس کے ساحل پر دنیا کے اسلام کو دکھا رہے ہیں، تو کچھ باشیفت صدر آذربائیجان
 اور مفتی زادون رکن جمہوریہ کے خیالات آپ کے وفد خلافت کو ابھی طرح معلوم ہیں،

افغانستان اور خلافت

دنیا کے اسلام کے دور دراز حصوں سے پھر پھر اگر اب آخر ہم کو اپنے ہمسایہ
 ملک افغانستان کی سیر کرنا چاہیے، یہ ملک آپ سے اس قدر قریب ہے کہ اس کے اکثر
 واقعات سے آپ ابھی طرح واقف ہیں، پچھلے چند سالوں میں افغانستان میں جو کچھ
 ہوا اور ہو رہا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں،

آج سے دس بارہ سال پہلے جنگ طرابلس و لبنان میں جب امیر حبیب اللہ خان زندہ تھے، افغانستان کے مسلمانوں نے اور خود امیر مرحوم نے جس فیاضی سے مالی امدادیں جمع کی تھیں اور خلافت اسلامیہ کے ساتھ اپنی گہری عقیدت کے اظہار میں جو تقریریں فرمائی تھیں شاید آپ میں سے اکثر حضرات کو یاد ہوں، اس موجودہ جنگ کے ہنگامہ میں افغانستان میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، وہ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ مسئلہ خلافت اسلامیہ اور حرمت مقامات مقدسہ کے متعلق اس چھوٹی لیکن بہادر قوم کے کیا جذبات ہیں، جن لوگوں کو افغانستان کے جدید اخبارات امان افغان اور اتحاد مشرقی وغیرہ کے مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے پاس کے ملک میں کیا ہو رہا ہے، ترکی افسران کی آمد غازی جمال پاشا کا سفر اور قیام، ایسے واقعات ہیں جو سب کو معلوم ہیں، ابھی چند مہینے ہوئے کہ شہر یار غازی امیر امان اللہ خان نے اپنے والد مرحوم کی ہسی کے موقع پر جو پڑا تقریر کی تھی ان مسائل کی نسبت اون کے اور اون کی قوم کے جذبات اس میں اس درجہ آشکارا تھے کہ وفد خلافت نے مناسب سمجھا کہ اس نطق ہمایون کو انگریزی و فرنگی اور ترکی و عربی تراجم کے ذریعہ سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا جائے، امیر نے اٹائے تقریر میں فرمایا،

”یورپین سلطنتیں چاہتی ہیں کہ مسلمانوں میں خلافت کا خاتمہ ہو جائے، گو امریکہ باقاعدہ

اس سے الگ ہے، اور فرانس بھی اس سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا، ہمیں امید ہے کہ انگلستان بھی اس احمقانہ پالیسی کی پیروی نہیں کریگا، کیونکہ اس کو افغانستان کی دوستی کی حاجت ہے، اور یہ دوستی خلافت کے ساتھ اس کے اس معاہدہ روش سے حاصل نہیں ہو سکتی..... ہم نے برطانیہ کو مطلع کر دیا ہے کہ کوئی مسلمان

خلافت کے متعلق اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ خلیفہ کو دوسروں کے قبضہ میں چھوڑے۔
 سردار عالی محمود طرزی نے منصوری کا نفرنس کے موقع پر جس تصریح کیساتھ
 مسئلہ خلافت کے متعلق اظہار خیال کیا تھا، کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ افغان قوم
 آج اپنے تمام ضروری مسائل و مہمات میں اس مسئلہ کو سب سے مقدم اور اہم سمجھ رہی ہے،
 اور اپنی طاقت بھر جہد و جہد میں مصروف ہے،

دولت برطانیہ کے ساتھ شرائط صلح کی تکمیل میں جو شے برسوں عائق رہی وہ
 یہی مسئلہ خلافت ہے اور اب معاہدہ کے طے ہونیکے بعد سرسری ڈا بس امیر و فد برطانیہ کو
 بٹھا کر برسر دربار امیر افغانستان نے جو تقریر فرمائی اوس میں صاف تصریح کر دی
 کہ مسئلہ خلافت کے تصفیہ کے بغیر افغانستان کی دوستی حاصل کرنا محال ہے،
 امیر معظم کے آخری فقرے حسب ذیل ہیں،

”وہر قدر مراعاتیکہ بادولت ترکیہ نمایند ہما نقدر سبب جلب قلوب ملت افغان خواہد
 بود، شناہیچ وقت باورنگنید، کہ دیگر عالم اسلام از شناہ تازی باشد و افغانستان
 دوست شنا شود یا شنا از مقدسہ اسلامی مارا مخالفت کنید و اہالی افغانستان یا
 حکومت بی فکر بماند۔“

اوس خط کے فقرے بھی آپ کو یاد ہیں جو ملکہ محترمہ سراج النجواتین (مادر امیر
 امان اللہ خان) نے امیر بخارا کو لکھا تھا اور جس میں خلافت اور مقامات مقدسہ کے
 نام سے اتحاد اسلامی کی دعوت تھی، افغان بھائیوں نے اس راہ میں اسی قدر نہیں
 کیا ہے بلکہ انھوں نے ہزاروں میل دور جا کر اناطولیہ کی سرزمین میں آستانہ خلافت پر
 ۱۵ (امان افغان کا بل شمارہ ۲۰۰ سال ۲)

اپنی جانیں بھی ہی ہین، دریائے سکارپہ پر پھیلے ایام سرسبز میں ترکون اور یونانیوں میں جو خونریز جنگ ہوئی تھی اوس میں پر جوش افغانی دستے بھی اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے،

جزائر ہند اور خلافت

ہمارے ملک کے قریب چھوٹے چھوٹے جزیروں کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے، جس میں سکر و مسلمانوں کی آبادی ہے ان جزیروں میں سے سنگاپور، جاوا، سائر مشہور مقامات ہیں، ہندوستان کی طرح دو صدیان گزریں کہ ڈچوں نے یعنی ہولینڈ کے باشندوں نے ان میں سے اکثر جزیروں پر قبضہ کر لیا، ڈچ لوگ ان جزیروں پر جس بیدردی سے حکمرانی کر رہے ہیں، اس کی جو داستانیں میں نے اس سفر میں سنی ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، مجھ سے سنگاپور کے ایک مسلمان طالب علم نے بیان کیا کہ ایک سیاح ان مقامات میں اس تحقیق کے لئے گیا تھا کہ ڈچوں کا برتاؤ اس ملک کی رعایا کے ساتھ کس قسم کا ہے، جب اس نے ایک محلہ میں جا کر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا تو انھوں نے ایک بوڑھیا کا ہاتھ دیا کہ اُس سے جا کر پوچھو، جب سیاح اوس کے پاس پہنچا تو اوس نے کہا کہ اس کا جواب میری لڑکی کی صورت حال دے گی، چنانچہ اوس نے اپنی دو لڑکیوں کو بلوایا اور ان کو اپنا نقاب اتارنے کا حکم دیا تو اوس سیاح نے دیکھا کہ لڑکیوں کے خوبصورت چہرے قطع برید کے زخم سے داغ دار ہو گئے ہیں، بوڑھیا نے کہا کہ ان کی یہ برسی شکل کسی دشمن نے نہیں بنائی بلکہ خود میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے، تاکہ ان کی عصمت کا چہرہ بچ سپاہیوں کی دست

درازی سے داغ دار نہو،

بہر حال یہ تین کروڑ کی بقیہ آبادی بھی ہندوستان کی طرح قسطنطنیہ ہی کو اپنی امیدوں کا مرکز جانتی ہو، جب سے عرب و شام اور جرین کے ممبروں پر سلاطین بنی عثمان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، ان جزائر کے مسلمان بھی اون کی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں، بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں یعنی آج سے تقریباً سو سو برس پہلے کا واقعہ ہو کہ ایک مسلمان سیاح جس نے ان جزائر کی اس زمانہ میں سیر کی تھی وہ ان کے حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہو کہ

”یہاں کے مسلمان سلاطین روم کے لیے اپنے خطبوں میں دعا مانگتے ہیں اور وہاں کے حالات سے بہت باخبر ہیں اور حج کے لیے بکثرت جاتے ہیں۔“

ان جزائر کی یہ کیفیت آج کے دن تک یہی ہو، اس ملک کا ہر مسلمان اپنی کمائی کا سب سے پہلا مصروف سفر حج کو جانتا ہو، اور اس وقت تک کوئی نوجوان کسی بیوی پانے کی اہلیت نہیں رکھتا، جب تک اس کے مفاخر کی فہرست میں حاجی ہونا داخل ہو، اس کثرت سفر کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کو خلافت اسلامیہ کے ساتھ نہایت گہری ہمدردی اور عقیدت ہو، جنگ بلقان کے موقع پر یہاں سے چندوں کی کثیر رقم قسطنطنیہ بھیجی گئی تھی، یہی وہ زمانہ ہو جس نے اون کے دلوں کو اتحاد کی نعمت سے مامور کیا، اور اونھوں نے انجمن شرکت الاسلام کی بنیاد ڈالی، جسکے ممبروں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہو اور جن کی خصوصیت یہ رہی ہو کہ وہ ہمیشہ قید و حبس سرکاری کے اعزاز سے مشرف کئے جاتے ہیں الاقبال بیان کا عربی اخبار ہو، جس کے صفحات میں موجودہ مسائل کے جدوجہد کی کیفیتیں چھپتی رہی ہیں، دنیا ئے اسلام کے دیگر حصوں کی طرح یہاں بھی موجودہ مصائب

جوش و خروش پیدا کر دیا ہو، حالانکہ گذشتہ جنگ میں ہولینڈیورپ کی اس عالمگیر جنگ کے شعلوں سے محفوظ تھا، وہ فریقین میں کسی کا طرفدار نہ تھا تاہم مسلمانان جاوہ نے ہولینڈ اپنا وفد بھیجا کہ اس سے خواہش کی جائے کہ موجودہ مصائب میں وہ اپنی مسلمان رعایا کی طرف سے اتحادیوں کو خلافت کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے کی سفارش کرے اور جب وفد کو اس میں ناکامی ہوئی تو ملک کے سیاسی انقلاب کا تخیل لیکر وہ واپس آیا ہے، یہ وہ واقعات ہیں جو جنگواٹھین ممالک کے مسلمانوں سے ملکر معلوم ہوئے ہیں،

ٹائمز آف لندن کے مالک لارڈ مارٹن کلف نے اپنے گذشتہ سفر عالم کے بعد ہندوستان سے رخصت ہوتے ہوئے ۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء کو ایسوسی ایٹ پریس کے نامہ نگار کو اپنا جو بیان بخشی میں مسئلہ خلافت کی نسبت دیا ہو اس میں صاف تصریح کی ہے کہ جن جن ملکوں میں اذکار گذر ہوا، ہر جگہ کے مسلمانوں نے خلافت کی نسبت ایک ہی رائے ظاہر کی، ان مختلف ممالک سے سب سے پہلے انھوں نے جزائر ملایا اور سیلون کا نام لیا ہے،

بزرگانِ ملت و عزیزانِ وطن بشکور ہوں کہ اس طویل اور خشک داستان کو آپ نے صبر و سکون سے سنا، دنیائے اسلام کے ایک ایک گوشہ کے ان حالات کے جان لینے کے بعد، ان واقعات کے نتائج آئینہ کی طرح آپ کے سامنے روشن ہو گئے ہوں گے،

(۱) آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ان موجودہ مصائب نے دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں آگ سی لگا دی ہے، عالمِ اسلامی کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں خلافتِ اسلامیہ کے مصائب و آلام نے ولوں میں جوش و خروش، غیرتِ سعی اور حمیتِ احساس پیدا نہیں کر دی ہے دنیائے اسلام کا چہرہ چہرہ اور گوشہ گوشہ آج لرزش اور زلزلہ میں ہے اور اپنے غامضی پر زام اور مستقبل کے لیے متفکر ہے،

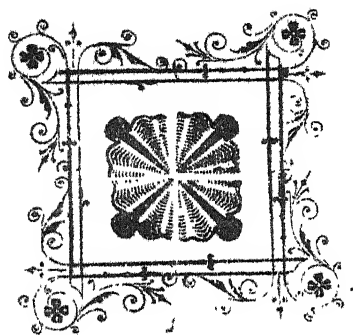
(۲) اگر آپ نے پوری توجہ اور کامل التفات کے ساتھ میری گزارشوں کو سنا ہے تو آپ نے خیال کیا ہوگا کہ ہندوستان کی طرح دنیا کے اسلام کے اور حصے اور خطے جو دول اتحادیہ میں سے کسی ایک کے بھی ماتحت ہیں انھوں نے خلافت اسلامیہ کے تمام مصائب و آلام کا ذمہ دار درحقیقت خود اپنی غلامیوں اور محکومیوں کو قرار دیا ہے، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں اگر ہم خلافت اسلامیہ کو قائم اور باقی اور مقامات مقدسہ کو محترم اور محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے پہلے فرض یہ ہے کہ ہم غیروں کی غلامی اور محکومی سے اپنے کو آزاد کر دیں، اور ان زنجیروں اور بندشوں کو کاٹ ڈالیں جس نے ہم کو اپنے ضمیر و ایمان کے خلاف خود اپنے بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنے پر مجبور کیا، یہی احساس ہے جو آج مصر تونس الجزائر اور جاوا اور مالاک روس میں پیدا اور نمایاں ہے، اور اس کا اثر یہ ہوا کہ مصر کے مسلمان اپنے عیسائی ہوطنوں اور مغرب کے مسلمان اپنے یہودی ہمسایوں سے مصاحبت کر لینے پر مجبور ہوئے ہیں، پس آج جو کچھ ہندوستان میں ہو رہا ہے دنیا کے اسلام میں وہ کوئی انوکھی اور نئی اور عجیب بات نہیں، مسلمانان ہند بھی اب اپنی غفلتوں سے چونکے ہیں اپنے مرض کا انہیں احساس ہوا ہے اور وہی علاج اور تدبیر انھیں بھی مؤثر نظر آتی ہے جو ان کے گردون مسلمان بھائیوں کو دنیا کے دوسرے حصوں میں نظر آتی ہے اب ہم سب کو ملکر متوکل علی اللہ ہی اور صرف ہی ایک کام انجام دینا ہے، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقين،



خلافت اور ہندوستان

مصنف کا یہ دوسرا رسالہ حسین نہایت تحقیق سے تاریخی
حوالوں، بادشاہوں کے سکون اور پرانی عمارتوں کے کتبوں،
ترکی سفیر کے بیانات اور سلاطین کے باہمی مراسلات سے یہ ثابت
کیا گیا ہے کہ آغاز خلافت راشدہ سے اس وقت تک ہندوستان ہمیشہ
مرکز خلافت سے وابستہ رہا ہے، اور دیکھایا ہے کہ خلافت راشدہ خلافت
امویہ، عباسیہ، اور خلافت عثمانیہ کے زمانہ میں ہندوستان کے
سلاطین اور مسلمانوں کے تعلقات و بار خلافت سے برابر قائم ہے
ہیں، لکھائی، چھپائی کا غذا علی صفحہ ۹ قیمت ۸ ر

مجلس خلافت، عظیم گڑھ



۱۷۷۲۸	دانش‌نمبیر
۳۳	فصل‌نمبیر
۷۶۷	کتاب‌نمبیر